

نازشِ گجرات، وقارِ ہندوستان، محسن عالم اسلام

ملک المحدثین علامہ محمد ابن طاہر پٹنی گجراتیؒ

حیات - افکار - خدمات



مرتّب: عبدالرشید ندوی خانپوری

حسب ارشاد

حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم

ناشر

رابطۂ ادب اسلامی، گجرات شاخ

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ، گجرات، الہند

گجرات کے چند صاحب تصنیف علماء تفسیر

اسماء گرامی	تصانیف
حضرت مخدوم علی مہائمیؒ	تبصیر الرحمن و تیسیر المنّان
شیخ علی ابن حسام الدین متقیؒ	شؤون المنزلات
شیخ حسن محمد چشتیؒ	التفسیر المحمدی
مولانا محمد صدیق بن محمد شریف پٹنیؒ	بدیع التفسیر فی بیان الکلام الربّانی
مولانا محمد بن احمد شریحی گجراتیؒ	کاشف الحقائق وقاموس الدقائق
قاضی شیخ الاسلام ابن قاضی عبدالوہاب پٹنیؒ	زبدۃ التفاسیر للقدماء المشاہیر
شیخ ابوالبرکات ابن قاضی عبدالوہابؒ	لطائف الحقائق
علامہ وجیہ الدین علویؒ	حاشیہ علی تفسیر البیضاوی
شیخ جمال الدین چشتی عرف شاہ جمن ثانیؒ	حاشیہ بیضاوی و مدارک التنزیل
خواجہ محمد ابن محمود دہدار سورتیؒ	تفسیر سور مختلفہ بزبان فارسی
شیخ صدر الدین بن حسام الدین بجباتیؒ	بحر المعانی
مولانا صبغۃ اللہ بن روح اللہ بھروچیؒ	حاشیہ انوار التنزیل
شیخ محمد ابن حسن محمد چشتیؒ	تفسیر حسنی، تفسیر نصیری، تفسیر مختصر

نازشِ گجرات، وقار ہندوستان، محسنِ عالم اسلام

ملک المحدثین علامہ محمد ابن طاہر پٹنی گجراتیؒ

حیات ۔افکار ۔ خدمات



مرتّب: عبدالرشید ندوی خانپوری

حسبِ ارشاد

حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم

ناشر

رابطۂ ادب اسلامی، گجرات شاخ

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ، گجرات، الہند

نام کتاب :	ملک المحدثین علامہ محمد ابن طاھر پٹنی گجراتی
صفحات :	۴۸
مرتّب :	عبدالرشید ندوی خانپوری
زیر اہتمام :	حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم
سن طباعت	۱۴۳۱ھ / ۲۰۱۰ م
ناشر	**رابطۂ ادب اسلامی، گجرات شاخ** جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ، گجرات، الہند

Maulana Mufti Ahmed devlavi Sa.
Jamiah Uloomul Quran, by pass road
Jambusar (Dist. Bharuch) 392 150
Web: www.jamiahjambusar.com
E-mail: jamia@sify.com,jamiahjambusar@gmail.com
Tel. (02644) 220786 / 220286 **Fax.** 222677

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ناشر نامہ

حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی

الحمد لاهله والصلاة لاهلها،اما بعد :

جب ۶ تا ۸ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۲ تا ۲۴ جنوری ۲۰۱۰ء بروز جمعہ سنیچر اتوار، رابطۂ ادب اسلامی برّصغیر وممالک مشرقیہ کا ۲۸ واں مذاکرۂ علمی بعوان مولانا محمد بن طاہر پٹنی ودیگر علماء گجرات اوران کی علمی وادبی خدمات، جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ، گجرات، الہند میں طے پایا، جو رابطۂ ادب اسلامی کی گجرات شاخ کا مرکز بھی ہے، تو استقالیہ کمیٹی ''جواساتذۂ جامعہ علوم القرآن پر مشتمل تھی'' کے تیسرے اجلاس میں، جوتاریخ انعقاد کے ہفتہ عشرہ پہلے منعقد ہوا تھا، یہ رائے سامنے آئی کہ عنوان کی مناسبت سے علامہ محمد بن طاہر کی سوانح مرتّب ہوکر مطبوع شکل میں سامنے آجائے تو حسبِ موقع خدمت اوراہم خلاء کوپُر کرنے والا علمی کام سمجھا جائے گا، حاضرین مجلس نے اس رائے کی تائید اور تحسین کی، استقالیہ کمیٹی کے فیصلہ کے بعد میں نے یہ کام عزیزم مولانا عبدالرشید خانپوری ندوی سلمہ کے حوالہ کیا، مولانا اس وقت اپنا مقالہ بعوان

مختارات من ادب علماء گجرات کی تیاری میں مشغول تھے اور سیمنار سے متعلق دیگر ذمہ داریاں بھی ان کے حوالہ تھی، تاہم مضمون کی افادیت کے پیش نظر دلچسپی کے ساتھ کم وقت میں بہتر کام کر دیا اور حضرت مولانا کی سوانح کو جو مختلف عربی و فارسی کی قدیم کتابوں میں پھیلی ہوئی تھی، نکال کر مفید و جامع سوانحی خاکہ تیار کر دیا، اب انشاء اللہ تعالیٰ یہی ایک کتابچہ حضرت مولانا محمد بن طاہر پٹنیؒ کی سوانح پڑھنے والے کو دیگر کتب کی مراجعت سے مستغنی کر دیگا۔

اس کتاب کی صورت میں رابطۂ ادب اسلامی، گجرات شاخ، اہالیان گجرات کی خدمت میں پہلی اشاعت کا تحفہ پیش کرتے ہوئے ادائیگیٔ حق کی خوشی محسوس کرتی ہے اور مولانا کی شکر گذار ہے، اللہ تعالیٰ انکی سعی کو قبول فرمائے اور اہالیان گجرات کی جانب سے ان کو اپنی شایان شان بہترین بدلہ عنایت کرے، اور رابطہ ادب اسلامی گجرات شاخ کے کارواں کو منزل بمنزل کامیابی سے ہم کنار کرے (آمین)۔

حضرت مولانا مفتی احمد دیو یوی دامت برکاتہم
صدر: رابطہ ادب اسلامی، گجرات شاخ
صدر: استقبالیہ کمیٹی رابطہ ادب اسلامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ألحمد للّٰہ ربّ العالمین ، الصلوۃ والسلام علی سیّد الأنبیاء والمرسلین ،سیّدنا ومولانا محمّد وعلیٰ اٰلہ وأصحابہ ومن تبعھم بإحسانٍ إلی یوم الدین.

نام کی تحقیق ،محمد طاہر یا محمد ابن طاہر؟

تذکرہ نگاروں نے آپ کے نام کے بارے میں ضروری وغیر ضروری مثالیں وشواہد پیش کر کے بات کو بے مقصد طویل کیا ہے اور پھر پوری بحث کو کوئی ٹھوس نتیجہ نکالے بغیر وہیں لاکر چھوڑ دیا ہے جہاں سے شروع کیا تھا یعنی محمد طاہر بھی صحیح اور محمد ابن طاہر بھی صحیح !!!

ظاہر ہے ایسے امور میں جہاں دلائل اور شواہد سے بات راجح نہ ہوتی ہو اور ہر ایک بحث کے دامن کو اپنی جانب کھینچنے کی کوشش کرتا ہو،کوئی حتمی ویقینی وجہ ترجیح ڈھونڈ کر بات کو ٹھکانے لگانا ایک تذکرہ نگار کا فرض بنتا ہے،اسی ذمہ داری سے سبک دوش ہونے کے خاطر چند معروضات پیشِ خدمت ہے۔

محمد نام گجرات میں مفرد بھی رکھا جاتا ہے اور مرکب بھی ، مرکب ہونے کی شکل میں طویل نام کا جزءاول کم بنایا جاتا ہے جب کہ مختصر نام کا زیادہ،اب کسی کا نام مثلاً محمد قاسم ہوتو آپ یہ بھی مان سکتے ہیں کہ یہ پورا ایک ہی شخص کا مرکب نام ہے اور یہ بھی کہ محمد ولد کا نام ہے اور قاسم والد کا نام ،اور ظاہر ہے کہ دونوں احتمالات میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے میں قول خود انہیں کا معتبر ہوگا جن کا یہ نام ہے اور آپ انہیں سے

اس کی وضاحت چاہینگے کہ قاسم آپ کے نام کا جزءِ ثانی ہے یا آپ کے والد کا مستقل نام؟ پھر ان کی وضاحت ہی حتمی و آخری مانی جائیگی جس میں احتمال کی قطعاً گنجائش نہ ہوگی، ٹھیک اسی طرح محمد طاھر یا محمد بن طاھر نام کی تحقیق ہے، جب ہم تحقیق کو آخری نتیجہ تک پہونچانے کے لئے ان کی یا ان کے افراد خانہ کی تحریروں کا جائزہ لیتے ہیں تو درجہ ذیل تحریریں سامنے آتی ہیں۔

تذکرۃ الموضوعات کے مقدمہ میں علامہ از خود رقم طراز ہے:

وبعد، فقد قال اضعف عباد القوی الولی، محمد بن طاهر بن علی الفتّنی والهندی مسکناً ونسباً والحنفی مذهباً .

کتاب شرح شافیہ کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

فیقول العبد الملتجی الی الله الغنی، احقر عبادالله ابن طاهر ابن علی، ایّد ه الله بلطفه الخفی .

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جو آپ کے معاصر ہیں اخبار الاخیار میں، شیخ محمد غوثی شطاری نے جو آپ کے ہم زمانہ ہیں گلزار ابرار میں اور قاضی عبدالوہاب نے جو آپ کے پوتے، گھر کے شاہد اور واحد سوانح نگار نے رسالہ مناقب میں اور جملہ تذکرہ نگاروں نے تقریباً اپنے اپنے تذکروں میں محمد ابن طاھر ابن علی تحریر فرمایا ہے۔

کیا ان تمام شہادتوں سے آپ یہ سوچنے پر مجبور نہیں ہوتے کہ المغنی فی ضبط الاسماء لرواۃ الانباء کے مصنف نے یہ بات محسوس کر لی تھی، کہ میرے نام میں مخصوص ترکیب وتلفّظ کے سبب تذکرہ نگار اختلاف کر سکتے ہیں اس لئے میرا، میرے نام کو منضبط کرنا بھی ضروری ہے، چنانچہ آپ نے اپنی تمام کتابوں کے مقدموں میں

اہتمام کے ساتھ محمد بن طاہر لکھ کر اور کہیں فقط ابن طاہر لکھ کر احتمال ثانی کا رخ کرنے والوں کے لئے کلّیۃً سدّ باب کر دیا، بہر کیف آپ کا نام یہ ہے، محمد بن طاہر ابن علی ابن الیاس پٹنی گجراتی۔

آپ گجراتی اور بوہرا تھے یا کچھ اور؟

خاکہ نگاروں نے اس معاملے کو کافی طول دیکر ایک آسان اور واضح امر کو الجھانے کی ناکام سعی کی ہے، اگر قاموس کے الفاظ بھرا، قبیلۃ، و بھرۃ بالضم قوم بنواحی المدینۃ و الیمامۃ کے مطابق بہروں کا تعلق مدینہ اور یمامہ سے جوڑا جائے، یا صراح کی تحریر بھراء قبیلۃ من قضاعۃ کے مطابق اس کا تعلق قضاعۃ سے ثابت کیا جائے، یا مؤرخ مسعودی کی تصریح کے مطابق اسے بیاسرۃ سے مشتق مان کر جس کو قاموس میں البیاسرۃ جیل بالسند یستاجرھم النواخذ لمحاربۃ العدوّ کے مطابق ان کا تعلق سندھ سے بتایا جائے، یا مولانا کے پوتے، ممتاز عالم و فقیہ، مفتی مکہ شیخ عبدالقادر ابن ابوبکر کے استاذ شیخ عبداللہ طرفۃ الانصاری کے اپنے تلمیذ رشید کی وفات پر کہے اشعار سے، جن میں علامہ محمد ابن طاہر کو صدیقی کہا گیا ہے کہ مطابق مولانا کو صدیقی کہا جائے اور چاہے مولانا ابوظفر ندوی کو علامۃ محمد ابن طاہر کے ہاتھ لگے شجرۂ نسب کے سبب ان کا نسب صدیق اکبرؓ سے جا ملے، ان کے ہندی، گجراتی اور بہرہ قوم کے فرد ہونے میں شبہ اور اختلاف نہیں ہوسکتا، کیونکہ گجراتی لغات، گجرات کے مختلف گیزیٹ اور گجرات میں رائج عام مفہوم اور مراد کے اعتبار سے بہرہ لفظ بیوہار سے مشتق ہے جس کے معنی تجارت کے ہیں۔

امکان ہے کہ عرب تاجر، جن کا گجرات آمد کا سلسلہ ماقبل اسلام بھی جاری تھا بلکہ یہاں ان کی نوآبادیاں قائم ہوگئی تھیں اور اسلام کی آمد کے بعد بھی سب سے پہلے عربوں کے بحری قافلے نے گجرات ہی کا لنگر اٹھایا تھا، وہ مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق مدینہ اور یمن کے ہوں، ان میں صدیقی النسل لوگ بھی ہو اور انھوں نے سندھ کے راستے گجرات پہونچتے وقت سندھ کے بیاسرہ بھی شامل کر لئے ہوں، وہ سب گجرات میں اوّلا اپنے اپنے اصلی عربی نام یعنی بہرہ یا بیاسرہ سے معروف ہوئے ہوں اور چونکہ ان کا مشغلہ تجارت تھا اس لئے بعد میں ان تاجر پیشہ لوگوں کے خاندانی عربی نام یعنی لفظ بہرہ نے گجراتی زبان کے بیوہار یا بیوپار یا وہورا کی شکل اختیار کر لی ہو اور طول زمانہ کے بعد ہر کسی تاجر کو اس مناسبت سے گجرات میں بہورا کہا جانے لگا ہو، چاہے وہ عرب سے آیا ہو، چاہے عربوں کی سواحل گجرات پر قائم ،نوآبادیوں میں تولّد پایا ہو، چاہے عربوں کے خوش اخلاق وخوش معاملہ ہونے کے سبب ان کے ہاتھوں اسلام میں داخل ہوکر بوجہ مناسبت کے وہورا کہا جانے لگا ہو، چاہے پھر بعد میں بہورا لفظ کے عمومی معنی یعنی تجارت کے باعث غیر مسلم تاجروں پر بھی اس کا اطلاق ہونے لگا ہو،اور چاہے بعد کی صدیوں میں مسلمانوں کے مختلف مذاہب ومسالک کی گجرات آمد اور بہوروں کی ان کی اتباع میں بہوروں نے بھی خوجہ، اسماعیلی، رافضی، سنّی، شیعہ وغیرہ فرقوں کی شکل اختیار کر لی ہو، ایسی تمام باتوں اور امکانات سے ہمارے مقصد ومرام میں کوئی فرق نہیں آتا کہ، علامہ محمد بن طاہر گجراتی، ہندی اور بہورا برادری کے تھے، کیوں کہ یہاں پر بھی نام کی تحقیق کی طرح وطن ونسب میں خود علامہ کی اپنی رائے اور دیگر معاصر مؤرخین کا فیصلہ ہی زیادہ قابل قبول ہوگا۔ علامہ محمد بن طاہر از خود جگہ جگہ اپنے کو مولداً ونسباً ہندی اور بہورا کہتے ہیں۔

تذکرۃ الموضوعات کی عبارت اوپر نقل کی جا چکی ہے، جس میں مولانا نے الفتنی الھندی مسکنا و نسباً لکھا ہے۔

قانون الموضوعات میں مولانا تحریر فرماتے ہیں:

فیقول افقر عباد اللہ الغنی محمد بن طاھر ابن علی الھندی الفتّنی صنفاً و نسباً و البوھرا ای التاجر شعبا و الحفی مذھباً .

نزھۃ الخواطر میں علامہ عبدالحی حسنی نے تحریر فرمایا ہے:

و کان من البھرۃ المتوطنین بغجرات، الذین اسلموا علی ید الشیخ علی الحیدری، المدفون بکمبایت، و مضی لاسلامہ نحو سبع مائۃ سنۃ.

محدث اعظمی مقدمہ **مجمع بحار الانوار** میں، علامہ صدیق حسن قنوجی کی اتحاف النبلاء والی عبارت اور اشعار نقل کر کے، جس سے مولانا کا صدیقی ہونا ثابت ہوتا ہے، یہ لکھا ہے:

والحق الحقیق الذی بالقبول یلیق أن الشیخ محمد بن طاھر نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہ کان ھندی النجار صریح بذلک فی مبدأ کتابہ تذکرۃ الموضوعات.

ایسی وقیع اور گھر کی شہادتوں سے ہم یہ ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ مجمع البحار کے مصنف نے خاک وطن سے اپنی عظیم نسبت کو ہمیشہ باقی رکھنے اور اہالیان وطن سے تا قیامت رشتہ جوڑے رکھنے ہی کے خاطر، اپنی افادیت کے پیش نظر جس کا بقا رہتی دنیا تک یقینی ہے، ایسی نادر روزگار تصنیفات کی ابتدا میں الھندی مولداً و نسباً

والبوھرۃ ای التاجر الھندی شعباً والحنفی مسلکاً جیسے وضاحتی کلمات کا اضافہ فرمایا اور اسماء، کنی اور انباء کے اس ماہر نے خود اپنا نسب، وطن، مولد، مذہب اور مسلک بیان کر کے اختلاف کے احتمال کو ہی ختم کر دیا۔ یہاں پہونچ کر ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے کہ دہلی میں مسند حدیث بچھنے سے بہت پہلے گجرات میں علم حدیث کا سورج نصف النہار پر جگمگا رہا تھا اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں جہاں مشکوۃ المصابیح اور مشارق الانوار کو فن حدیث کی معراج سمجھا جاتا تھا، گجرات میں صحاح ستہ اور مسانید پر تحقیق وتشریح کا کام عروج پر تھا۔

شہر پٹن ایک تاریخی جائزہ:

علامہ محمد ابن طاھر چونکہ اپنی تصنیفات میں اپنے کو اہتمام کے ساتھ پٹنی لکھتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شہر پٹن کا ایک تاریخی جائزہ لے لیا جائے تا کہ اس تناظر میں مولانا کی شخصیت اوران کی عظیم خدمات کا اندازہ لگایا جا سکے۔ ساحلی مقامات کو چھوڑ کر گجرات کے جس شہر میں اسلامی مبلغ سب سے پہلے آئے وہ انہل واڑا، نہر والا یا پٹن ہے۔ گجرات کی عام تاریخوں میں مذکور ہے کہ پٹن کے بانی بَن راج چوپڑا کے ایک ساتھی کا نام انہل تھا جس کے انتخاب پر یہ زمین پسند کی گئی تھی، اس لئے شہر کا نام انہل واڑا رکھا گیا جو عربوں کی آمد پر تعریب ہو کر نہر والا ہو گیا اور پھر چونکہ احمد آباد کی تعمیر سے پہلے یہ ایک پر رونق شہر اور گجرات کے ہندو راجاؤں کا دار السلطنت تھا اور اس وقت کی ان کی اصطلاح میں راج دھانی اور بڑے شہر کو پٹن کہتے تھے اس لئے اس کا نام پٹن ہو گیا جو کبھی پیروں کی کثرت کی وجہ سے پیر پٹن اور کبھی انفاس قدسیہ کی موجودگی کے باعث پاک پٹن بھی کہا جاتا رہا اور آج صرف پٹن یا پاٹن سے جانا جاتا ہے۔

اس شہر کے بزرگوں کے احوال شیخ سیّد احمد صاحب نے منازل الاولیا میں جمع کئے ہیں جس کا خلاصہ مرآۃ احمدی میں درج ہے جسے پڑھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ مسلمان فاتحین کی آمد سے پہلے، مسلمان مشائخ اور داعی کہاں کہاں جا پہونچے تھے اور کن کن حالات میں اشاعت دین کا کام کرتے تھے؟ بانیٔ پٹن بنراج چوپڑا کے خاندان کی حکومت ۱۹۶ سال رہی، پھر سولنکی خاندان کا عروج ہوا جس کا پہلا حکمراں مول راج سولنکی تھا، اس خاندان نے ۱۵۶ سال حکومت کی، اس کے زوال کے بعد باگھیلا خاندان قابض ہوا، جس نے ۱۲۶ سال حکومت کی، جس کا آخری راجا کرن باگھیلا تھا اور اسی سے سلطان علاء الدین خلجی نے اس کے وزیر مادَھو کے استدعا اور شوق دلانے پر، جو راجے کے ظلم وستم کا شاکی تھا، اپنے لائق فائق سپہ سالار اُلغ خان کو بھیج کر جنہیں اہل گجرات الپ خان یا الف خان کہتے ہیں، چھین کر ۶۹۶ھ میں اپنی حکومت میں شامل کرلیا، فاتح اُلغ خان نے نہر والا کو اپنا مرکز حکومت قرار دیکر وہاں ایک جامع مسجد تعمیر کروائی جو گجرات کے ساحلی علاقوں کو چھوڑ کر غیر ساحلی علاقے میں تعمیر ہونے والی غالبًا پہلی جامع مسجد ہے، خلجی سے پہلے گجرات پر اسلامی حملے ہو چکے تھے، سلطان محمود غزنوی نے ۴۱۶ھ میں راجا بھیم دیو کو شکست دے کر پٹن پر قبضہ کیا تھا مگر باد وباراں کی طرح آ کر گذر جانے والے اس اولوالعزم سلطان کی آمد چوہوں میں بلی یا کلنگوں میں شاہین کی طرح ہوتی تھی، جسے دیکھ کر راجے چھپ جاتے تھے اور جس کے جانے کے بعد بل سے نکل آتے تھے، چنانچہ اس کے جانے کے بعد راجا بھیم دیو پھر پٹن پر قابض ہوگیا تھا، اسی طرح سلطان شہاب الدین غوری نے قطب الدین ایبک کے ذریعہ ۵۹۱ھ اور

۵۹۳ھ میں دو دو مرتبہ راجا بھیم دیو ثانی کو شکست فاش دیکر پٹن فتح کروالیا تھا، تاہم دونوں میں سے کسی ایک کے پٹن میں قیام نہ کرنے اور خود اپنے یہاں کی خانہ جنگیوں میں اُلجھنے کے باعث ناظم (گورنر) پٹن تک امداد نہ پہونچا سکے اور راجا دوبارہ پٹن کو اپنے تصرف میں لے آیا، تا آنکہ ۸۱۰ھ میں گجرات کی تاریخ کی بہترین سلطنت یعنی مظفر شاہی سلطنت نے اس پر قبضہ کر کے دیگر شہروں کی طرح پٹن کو بھی اپنی خصوصی توجہ کا مرکز بنایا۔

تصوف کے سلسلوں میں نظامی اور سہروردی بزرگوں نے پٹن پر خاص توجہ دی، حضرت سلطان المشائخ کے تین خلفاء سید موسیٰ ورّاق، مخدوم سید حسین اور مولانا حسام الدین کے نام پٹن کے بزرگوں میں بطور خاص آتے ہیں، حضرت چراغ دہلوی کی بھی پٹن کی طرف توجہ رہی ان کے مرید اور عزیز، شیخ الاسلام سراج الدین یہیں آرام فرما ہیں، سندھ اور گجرات میں زیادہ فاصلہ نہ ہونے کے باعث ملتان اور اُچہ کے سہر وردی سلسلے کے بزرگوں کی گجرات بکثرت آمد ہوئی اور احمد آباد کی تعمیر سے پہلے گجرات آنے والے جملہ بزرگوں نے پٹن ہی کو اپنا مرکز بنایا، مخدوم جہاں نیان جہاں گشت کے بھائی سیّد راجو قتال نے پٹن کی طرف خاص دھیان رکھا، آپ کے کئی مرید پٹن میں مدفون ہیں، آپ ہی نے حضرت قطب عالم کو دو سال خاص تعلیم دیکر فرمایا تھا کہ اہل گجرات کی ہدایت آپ کے ذمہ کی گئی ہے، حضرت قطب عالم پہلے اپنی والدہ کے ساتھ پٹن تشریف لائے اور جب احمد آباد تعمیر ہوا تو احمد شاہ کے استدعا پر احمد آباد تشریف لے گئے، گو احمد آباد کی بناء سے پٹن کی رونق کم ہوگئی لیکن پھر بھی وہ مردم خیز شہر، بزرگوں کی توجہات اور دعاؤں کے طفیل، فخر روزگار علماء وفضلاء پیدا کرتا رہا، انہیں میں کے ایک

علامہ محمد بن طاہر پٹنی ہیں، جن کی اولاد و احفاد میں بھی مشہورِ زمانہ علماء، شیوخ اور قضاۃ کا سلسلہ جاری رہا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی پٹن کی نسبت لکھتے ہیں:

درپٹن کہ بلدۂ قدیمہ ولایت گجرات است، مشائخ بسیار آسودہ اند، درحقیقت ازدراں سرزمیں بوئے عشق ومحبت می آیدواز ویرانہائے وے نور برکت وولایت می تابد، وہموز ایں شہراز وجود اہل دل خالی نیست ونبودہ است:

بہر زمیں کہ نسیمے ز زلف اوزدہ است ہنوز از سر آں بوئے عشق می آید

علامہ محمد بن طاہر کا علمی سفر:

علامہ پٹنی کے والد اور دادا کا شمار پٹن کے امیر اور بزرگ تاجروں میں ہوتا ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر ہی میں ہوئی، آپ ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ قرآن مجید حفظ کرلیا، اس کے بعد آپ نے دوسرے علوم اور فنون کی طرف توجہ کی، آپ نے پندرہ سال میں معقول ومنقول، اصول وفروع میں اس عہد کی مروجہ جملہ کتابیں پڑھ کر درس وتدریس کی طرف توجہ کی، آپ کے ہندی اساتذہ میں پٹن کے جن ارباب علم وفضل کے نام آتے ہیں وہ یہ ہیں: شیخ ناگوری، شیخ برہان الدین سمہودی، شیخ یداللہ سوہی اور ملاّ مہتا، یہ چاروں برزگ جن کا علامہ کی شخصیت سازی میں بنیادی کردار رہے، یقیناً گجرات کے علماء کبار رہے ہونگے، ان میں آخر الذکر ملاّ مہتا وہ مرد باکمال ہیں جن کی خدمت میں آپ نے متداول کتابوں کو ختم کرکے سند حاصل کی، تذکرہ نگاروں کو ان کا نام جاننے میں اگرچہ کامیابی نہیں ملی تاہم ان کا لقب استاذ الزماں تھا اور فی الواقع تعرف

الشجر بثمرہ کے مطابق اسم بامسمی ہونگے، خوبیٔ قسمت دیکھیئے کہ اس مخلص استاذ کے نرینہ اولاد میں کوئی جانشین نہ ہونے کے باعث حضرت علامہ ہی ان کے جانشین قرار پائے اور اپنے استاذ کے نام کو ان کی اس روحانی اولاد نے جس کا چرچا عالم میں ہوا، زمانے کی ستم ظریفی کے باوجود استاذِ محدّث پٹنی کی شکل میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ومشہور کردیا۔

العرض پندرہ سال کی مختصر عمر میں جہاں سے طفل نو کی حد تکلیف وبلوغ شروع ہوتی ہے، حضرت مولانا علم وفضل میں بالغ اور علوم عقلیہ ونقلیہ میں ماہر ہوکر صاحبِ درس وحلقہ ہوگئے تھے، تاریخ میں بہت کم ایسی ہستیاں گذری ہے جو باوجود کم سنی کے وسیع الحلقہ صاحب درس ہوئے ہوں، پھر پٹن جیسے علمی مرکز اور اکابرین کے مسکن میں اس درجہ مقبولیت سے اندازا کیا جاسکتا ہے کہ علوم وفنون میں آپ کا درجہ کس قدر بلند تھا؟ مزید براں نہ صرف پٹن دیگر مراکز علم میں بھی وہ اپنے ہم عصروں سے اس قدر آگے نکل گئے کہ اس زمانہ میں فن حدیث میں ان کا کوئی ہم سر یا سہیم وشریک نہیں تھا، مولانا صالح، متقی اور علم کے سمندر تھے۔ مخلص، خداترس اور محقق عالم تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے شاگردوں میں ایک معتد بہ تعداد ایسے افراد کی ملتی ہے جو آسمان علم پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکے اور جنہوں نے طویل زمانے تک آپ کے علوم وفنون کی ترویج کی۔

مولانا پندرہ سال تک درس وتدریس میں مشغول رہے اور خلق خدا کو علمی فائدہ پہونچاتے رہے، تاہم مولانا کا فطری میلان جس علم کی جانب تھا اس علم کے ماہرین پٹن میں گنے چنے ہی تھے اور پٹن ہی کیا پورے ہندوستان میں علم حدیث اب تک زیادہ پھیل

نہیں پایا تھا، مشکوۃ المصابیح اور مشارق الانوار پر علم حدیث منتہی ہو جاتا تھا اور محدث پٹنی کی علمی تشنگی بجھانے کے لئے یہ دو کتابیں کافی نہیں تھی، چنانچہ آپ نے علم حدیث میں کمال وتبحّر پیدا کرنے کے لئے شیخ علی ابن حسام الدین متقیؒ سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری کیا وہ اس وقت کے زبردست عالم اور صاحب باطن بزرگ تھے اور ان دنوں گجرات کو خیر باد کہہ کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہوگئے تھے اور شاہانِ گجرات کے بہتر تعاون کے طفیل ایک مدرسہ کے قائم کر کے علم حدیث کی خدمت میں مصروف تھے، محدث پٹنی کو شیخ نے جواباً لکھا کہ اگر واقعی حصول علم کا شوق ہے تو یہاں حجاز چلے آؤ، مولانا عرصہ سے اس قسم کی ترغیب کے منتظر تھے ہی، فوراً رخت سفر باندھا اور سن ۹۴۴ھ میں جب آپ کی عمر ۳۰ سال تھی سرزمین حجاز کے لئے روانہ ہوگئے، مکہ مکرمہ پہونچ کر آپ نے حج وعمرہ ادا کیا، پھر مدینہ منورہ جا کر روضہ اطہر کی زیارت سے مشرف ہوئے اور کچھ عرصہ وہاں قیام کر کے مکہ مکرمہ آکر شیخ علی متقیؒ کی خدمت میں رہ گئے۔ شیخ کو آپ کے ساتھ حد درجہ محبت اور انسیت تھی اور شاگرد کو بھی اپنے شیخ اور پیر کے ساتھ غایت درجہ عقیدت تھی، مولانا نے اپنی اکثر کتابوں کو شیخ ہی کی طرح فخریہ الفاظ میں منسوب کر کے احسان مندی کا ثبوت دیا ہے۔ شیخ سے آپ نے صحاح ستہ کے ساتھ ساتھ اسماء الرجال کی کتابیں، موضوعات ابن جوزی، جامع صحاح ستہ امام ابن اثیر کی اور اکثر مسانید پڑھیں ، شیخ علی متقیؒ سے مکمل کسب فیض کے بعد دیگر شیوخ اور فضلاء مکہ سے بھی سندیں حاصل کیں۔ آپ کے وہاں کے اساتذۂ کرام میں مشہور اساتذہ کے نام یہ ہیں:

شیخ ابوعبداللہ الزبیدی، شیخ علی المدنی، شیخ عبداللہ الحضرمی، شیخ ابن حجر الہیثمی المصری، شیخ برخوردار الھندی، شیخ محمد المقری، سیّد عبداللہ المغربی الحمصی العدنی، شیخ

جار اللہ المکّی، شیخ عبدالرزاق الحمصی، شیخ ابوالحسن البکری، آتا ہے کہ تحصیل علم کی حرص آپ کو اس شدت سے تھی کہ صرف علم حدیث ہی آپ نے بیس اساتذہ سے حاصل کیا، اس زمانہ میں مکہ مکرمہ علماء ومحدّثین کا مرکز تھا۔ جب آپ تحصیل علم سے فارغ ہو گئے تو وطن واپسی کا ارادہ کیا آپ کے شیخ علامہ علی متقیؒ نے آپ کو احادیث روایت کرنے کی باقاعدہ اجازت دی اور کتب احادیث کی تقریباً پچاس جلدیں بطور ہدیہ مرحمت فرمائی، آپ یہ دولت عظمیٰ لیکر پٹن (گجرات) تشریف لائے اور درس حدیث کا آغاز کیا، صحاح ستہ اور مسانید کے درس کی ہندوستان کی اس پہلی درسگاہِ حدیث کی جانب بے شمار طلبہ پروانہ وار لپکے اور پٹن علم حدیث کا مرکز قرار پایا، قال اللہ اور قال الرسول کی روح پرور صدائیں اس کے در و بام سے سنائی دینے لگیں، اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو علامہ محمد بن طاھر کی بدولت ہندوستان بھر میں مشہور کیا اور وہاں کے علماء، محدثین اور مفسّرین نے نہ صرف گجرات میں پورے عالم میں بڑا نام پیدا کیا۔

مہدوی تحریک اور پٹن:

مہدوی فرقہ جس کے بانی سید محمد جونپوری ہیں اور جس فرقہ کو علامہ محمد بن طاھر کے زمانہ میں حاکم پٹن شیر خان اور موسی خان فولادی سے تقویت ملی تھی اور جس کی تردید میں علامہ نے جام شہادت نوش فرمایا تھا اس کو جاننے کے لئے گجرات کی مظفر شاہی حکومت کی تاریخ، مہدوی فرقہ اور موسی خان وشیر خان فولادی حاکمان پٹن کا سرسری جائزہ لینا ضروری ہے۔

گجرات کی مظفر شاہی حکومت میں ظفر خان الملقب بمظفر شاہ کے بعد ان کا پوتا احمد شاہ بادشاہ بنا، جس نے احمد آباد بسا کر مظفر شاہی حکومت کا پایۂ تخت بنایا، پھر اس کا لڑکا

محمد شاہ اور اس کے بعد اس کا لڑکا قطب الدین بادشاہ بنا، جس نے کانکریہ تالاب اور حضرت شیخ احمد کھٹو کا روضہ بنایا، اس کی وفات پر اس کا بھائی محمود عرف بیگڑا برسر حکومت آیا، اُسی کے زمانہ میں احمد آباد کا شہر پناہ بنایا گیا، اس نے پچاس سال حکومت کی اور ۹۱۸ ہجری میں وفات پایا، اس کے بعد اس کے لڑکے مظفر ثانی نے تخت حکومت سنبھالا، اسی سال اس کے لڑکے سکندر اور چند ماہ بعد اس کے بھائی بہادر شاہ نے زمام حکومت سنبھالی، اس نے دکن فتح کر کے اکثر ریاستوں کو اپنا باج گزار بنایا، تقریباً نصف ہندوستان اس کے قبضہ میں تھا، پھر اس کا بھتیجہ محمود بن لطیف خان ابن مظفر ثانی حاکم بنا، اس کی شہادت پر احمد شاہ ثالث اور اس کے بعد مظفر شاہ ثالث گجرات کا آخری بادشاہ بنا۔

سن ہجری ۹۴۴ میں جب محمود بن لطیف خان تخت نشیں ہوا تو وہ بہت کم سن تھا، اس لئے امرائے دولت نے اُسے نظر بند رکھ کر خود حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی اور بالآخر سلطان کو اس کے ایک غلام نے شہید کر دیا، اس کے بعد احمد شاہ ثالث تخت نشیں ہوا، یہ بھی خرد سال بچّہ تھا امیر الامراء کے زیر نگرانی رہا اور امراء میں حکومت کی ہوس کے باعث جو سلطان محمود ابن لطیف کے عہد سے شروع ہوگئی تھی از سر نو حصول حکومت میں تنازعہ جاری ہوا، بالآخر ارا کین دولت نے مل بیٹھ کر ملک کو آپس میں تقسیم کرلیا، جس میں پٹن مع دیگر شہروں کے امیر الامراء سیّد مبارک شاہ کو ملا، موسی خان اور شیر خان فولادی جو دہلی سے آکر سیّد مبارک کے دامن سے وابستہ ہوگئے تھے، سیّد مبارک نے ادائگیٔ حق احسان مندی میں پٹن ان کے حوالے کر دیا، ان کا زور امراء کے آپسی اختلاف کے سبب روز بروز بڑھتا گیا تا آنکہ ۹۸۰ ہجری میں سلطان جلال الدین محمد اکبر نے پٹن پر قبضہ کر کے پورے گجرات کو اپنی ماتحتی میں لے لیا اور مظفر شاہی

حکومت کے خاتمہ کا اعلان کردیا، علامہ محمد بن طاہر کی سلطان اکبر سے ملاقات اسی سفر میں ہوئی تھی اور اکبر نے کھلے سر رہنے کا سبب پوچھ کر خود اپنے ہاتھوں سے علامہ کے سر امامہ باندھا تھا۔

سید محمد جونپوری بانی فرقہ مہدویہ سن ہجری ۹۰۱ بعہد سلطان محمود اوّل احمد آباد آئے، سن ہجری ۹۰۳ میں یہاں سے روانہ ہوکر پٹن پہونچے، ۹۰۴ یا ۹۰۵ ہجری میں خان سرور تالاب پٹن سے کوچ کر کے مقام برلی پہونچے جو پٹن سے نو (۹) میل پر واقع ہے، اسی جگہ بقول مؤلف تاریخ پالنپور آپ نے مہدویت کا دعوی کیا اور بقول مؤلف گلشن گجرات ۳۶۰ علماء نے تصدیق کی، جن میں دس گجراتی تھے اور دس میں چار پٹنی۔، ۹۰۴ ہجری میں ناگور سے بانیٔ فرقہ مہدویہ نے سیّد خوند میر اور شاہ نعمت کو ایک جماعت کے ساتھ گجرات تبلیغ کے لئے بھیجا، بانیٔ فرقہ خود جب سندھ ہوتے ہوئے خراسان پہونچے تو ۹۱۰ ہجری میں وفات پاگئے اور ہمراہیوں کی بڑی تعداد برّی راستہ سے گجرات واپس آگئی اور مہدویت کی تبلیغ میں گرم جوشی سے مشغول ہوگئی، تھوڑے ہی دنوں میں عوام جہلاء کی کثیر مقدار، بعض علماء، اہل حرفہ اور لشکر کے سپاہیوں کے مہدویت قبول کرنے کے سبب ایک طاقتور جماعت بن گئی، حصول قوّت کے بعد اس جماعت نے اشاعت مہدویت میں اس قدر غلو سے کام لیا کہ منکرین مہدی کو کافر کہتے تھے اور اخیر اخیر میں جرأت اتنی بڑھی کہ جو مہدویت کو ماننے سے انکار کرتا اسے قتل کر ڈالتے، ان میں کا ہر فرد جان قربان کرنے کو مذہب کی خدمت اور کار ثواب سمجھتا تھا، سلطان محمود لطیف خان کے زمانہ میں ان کا حال بالکل اسماعیلیوں کی طرح ہوگیا تھا، جس کے باعث گجرات میں فساد بڑھ گیا اور امن جاتا رہا، سلطان مظفر ثانی نے فساد کو روکنے کے

لئے سختی سے کام لیا، مہدویت کی اشاعت پر پابندی عائد کی جس کے سبب یہ لوگ یا تو منتشر ہو کر چلے گئے یا خاموشی اختیار کر کے رہنے لگے، مظفر شاہ ثانی کے بعد بہادر شاہ کے عہد میں انہوں نے ہاتھ پاؤں پھیلائے اور چونکہ بہادر شاہ کی ساری عمر فتوحات میں گذری اس لئے وہ ان لوگوں کی طرف توجہ نہ دے سکا اور انہیں پھر سے تبلیغ کا موقع مل گیا۔

۹۴۴ ہجری میں سلطان محمود ثانی تخت نشین ہوا اور ۹۵۲ ہجری میں سلطان محمود نے امیروں کے پنجہ سے نجات پا کر خود مختاری حاصل کی، اسی زمانہ شیخ علی متقیؒ بھی مکہ معظّمہ سے احمد آباد آ کر مقیم ہو گئے تو سلطان محمود ثانی نے مہدویوں کا قلع قمع کیا، شیخ متقی بھی مہدویوں کے خلاف ایک رسالہ لکھ چکے تھے اس لئے علمی و سیاسی سطح پر طاقتور مخالفت کے باعث مہدوی گجرات چھوڑنے پر مجبور ہو گئے یا بالکل خاموشی و امن پسندی کے ساتھ اوقات بسر کرنے لگے، ۹۶۱ ہجری میں جب سلطان محمود ثانی نے شہادت پائی تو مہدوی اپنے بزرگوں کی کرامت سے اس کی شہادت ہوئی ہے ایسا مشہور کر کے گجرات واپس آ گئے اور از سر نو تبلیغ میں مصروف ہو گئے، اس کے بعد کوئی بھی سلطان خود مختار نہیں ہوا اور امراء خانہ جنگی میں مصروف رہے اس لئے مہدویوں کو کافی فرصت مل گئی اور انہیں مذہب کی تبلیغ سے روکنے والا کوئی نہ رہا، سلطان احمد ثالث کا زمانہ اسی طرح گذرا اور سلطان مظفر سوم ۹۶۷ ہجری میں تخت نشین ہوا تو سلطان کا وزیر اعتماد خان، شیر خان اور موسیٰ خان فولادی حاکمان پٹن سے جنگ کے لئے نکلا مگر ناکام واپس آیا۔ ان خانہ جنگیوں سے مہدیوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور غالباً یہی وقت تھا کہ پٹن کا حاکم خاندان بھی مہدوی زمرہ میں داخل ہو گیا اور جدید مذہب پٹنی حکومت کی طاقت پا کر نئے سرے

سے ابھرا، اس وقت پٹن میں موجود علماء کرام اپنے تئیں اتنی طاقت نہیں پاتے تھے کہ حاکمان وقت کے خلاف مؤثر آواز بلند کرے۔

علامہ محمد بن طاہر پٹنی کی ولادت محمود بیگڑا کے آخری عہد میں ہوئی، سلطان مظفر کے عہد میں انہوں نے تعلیم پائی، سلطان بہادر کے عہد میں وہ ہندوستان سے باہر مکہ معظّمہ میں مقیم رہے، سلطان محمود بن لطیف خان کے عہد میں واپس آکر رشد وہدایت میں مشغول ہوئے، مولانا جب وطن واپس آئے تو اپنی قوم کو بدعات میں مشغول پایا اور چونکہ ان کی قوم بہرہ کی کثیر تعداد غیر مسلم سے مسلم اور شیعہ سے سنی ہوئی تھی اس لئے ان میں بہت سی باتیں قدیم مذہب کی بھی باقی رہ گئی تھی، ایسے میں شیخ نے اپنے گھر سے اصلاح کا کام شروع کیا اور پھر اس کا دائرہ پٹن واطراف پٹن تک پھیلایا جس سے قوم میں ہل چل مچ گئی اور خاص کر مہدویوں میں تو کہرام مچ گیا، علامہ نے شیعہ بہرہ کے عقائد کے خلاف بھی زبردست وعظ کہے تاکہ آپ کی اپنی قوم ان کے بعض عقائد اور خلاف سنت رسم ورواج کو جواُن میں داخل ہوچکے تھے ترک کردے، علامہ نے شہر پٹن اور حاکمان شہر پٹن کے مہدوی رجحانات بلکہ اس کے سبب، پٹن شہر کے مہدوی فرقے کا گھر اور مرکز بن جانے کی طرف خصوصی توجہ دی اور اس کے خلاف جوش وہوش کے ساتھ جدوجہد اور عقلی ونقلی دلائل سے تردید جاری کی، مولانا نے حاکم وقت کو اس طرف متوجہ کیا اور ایک مستقل رسالہ "نصیحة الولاة "نامی لکھ کر شیر خان کو بھیجا اس نے پہلے پہل تو بڑی تعظیم سے رسالہ کولیا اور کہا کہ مولانا اگر یہ رسالہ نہ لکھتے تو میں قیامت میں ان کا دامن گیر ہوتا مگر تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا اثر جاتا رہا اور مہدویوں نے پھر سے سر اٹھایا، اس میں شیر خان کے خاندانی لوگ حکومت کے زعم میں زیادہ سرگرم تھے، شرح

شافیہ کے مقدمہ میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا تحریر فرماتے ہیں: زمانہ کی مصیبتوں اور دشمنوں کی رخنہ اندازیوں کے سبب اس کتاب کے لکھنے میں متردد تھا...... پھر خاتمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ الحمدللہ ابن الوقت لوگوں کے پریشان کرنے اور حالات بدل جانے پر بھی اللہ کے توفیق سے اس کتاب کو ختم کر دیا یہ کتاب آپ نے ۹۰۷ھ میں تحریر کی۔

دن اس طرح گذرتے گئے کہ آپ جب اس معاملہ میں کوشش کرتے تو مہدوی کچھ دنوں تک خاموش رہتے اور پھر چند دنوں کے بعد شورش پر آمدہ ہو جاتے آخر تنگ آ کر آپ نے اپنے سر سے عمامہ اتار دیا اور دفع شر کے لئے ایک دعاء پڑھنے کا اہتمام کیا۔

کہتے ہیں کہ انہیں دنوں اکبر بادشاہ کے امیروں میں سے کوئی حج کے لئے مکہ مکرمہ گیا ہوا تھا، اس کی وہاں ایک کتاب کفایۃ المفرطین پر نظر پڑی جو علامہ شیخ محمد بن طاہر پٹنی کی لکھی ہوئی تھی، اس کو وہ کتاب بہت پسند آئی اس نے ارادہ کیا کہ واپسی کے وقت پٹن جا کر شیخ سے ضرور ملوں گا، شیخ نے رفع شر کے لئے جو دعا پڑھنی شروع کی تھی اس کو ابھی دس پندرہ دن ہی ہوئے تھے کہ یہ امیر مکہ سے واپسی کے وقت آپ سے ملنے کے لئے آ پہنچا، آپ نے اس کو اچھی طرح سمجھا دیا اور ایک خط اکبر بادشاہ کے نام اور دوسرا شیخ عبدالغنی صدر الصدور کے نام دے کر واپس کیا، غالباً ان دونوں خطوں میں گجرات کی بدنظمی، بدامنی اور بدعت و بد مذہبی کی شکایت تھی، اکبر ابتدا سے ہی ان ممالک پر قبضہ پانے کا خواہش مند تھا جن پر اس کا باپ ہمایوں بادشاہ قابض رہ چکا تھا لیکن موقع کا منتظر تھا، اس خط نے غالباً اس کو اس کی طرف زیادہ متوجہ کیا، وہ ایک بار رفع

فساد کے لئے مالوہ آیا ہوا تھا کہ اسی جگہ اعتماد خاں گجراتی وزیر سلطان مظفر گجراتی کا دعوت نامہ ملا اور اعتماد خاں کے مشیر سید ابو تراب شیروانی اکبر بادشاہ کو سمجھا کر گجرات لانے میں کامیاب ہوگئے، وہ مالوہ سے سیدھا پٹن پہنچا، شیر خاں اس وقت فوج لئے ہوئے سابرمتی کے کنارے احمد آباد پر حملہ کر رہا تھا، اکبر نے پٹن پر قبضہ کر کے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ وہ علامہ شیخ محمد بن طاہر سے ملا اور اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر عمامہ باندھ کر عرض کیا کہ شیخ الاسلام کا عہدہ آپ کو عنایت کیا گیا اور آئندہ سے شرعی معاملات آپ کے مشورہ سے ہوں گے۔

اکبر پٹن سے احمد آباد آیا اور تمام گجرات پر قبضہ کر کے اپنے رضاعی بھائی خان اعظم مرزا کو گجرات کا ناظم (گورنر) بنا کر چلا گیا، خان اعظم سنّی حنفی تھا اور مذہب کا ذرا سختی سے پابند تھا، اس لئے علامہ پٹنی اور اس میں خوب بنی اور ان دونوں نے مل کر مہدویوں کا زور توڑ ڈالا، اس کے بعد سے پٹن میں امن ہوگیا اور مولانا محمد بن طاہر اب مطمئن ہو کر درس وتدریس، رشد وہدایت اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے۔

۹۸۶ھ میں حضرت علامہ شیخ محمد بن طاہر پٹنی کو معلوم ہوا کہ آگرہ میں ابوالفضل اور فیضی نے بادشاہ کو بے دین بنا دیا ہے اور سب سے بری بات یہ ہوئی کہ خان اعظم جو پابند حنفی مذہب تھا اور اپنے ہم عصروں میں مذہبی معاملات کے متعلق ذرا ممتاز تھا، وہ جب تک رہا حضرت شیخ کی اس سے خوب نبھی، لیکن ۹۸۱ھ میں اس کی جگہ عبدالرحیم مرزا خان خلف بیرم خاں خانخاناں، ناظم گجرات ہو کر احمد آباد آیا، اول تو وہ اہل تشیع میں سے تھا، دوسرے نوجوان اور آزاد خیال قسم کا آدمی تھا، اس نے مہدویوں کی طرف سے

بے اعتنائی برتی، جس کے باعث انہوں نے بکھرے ہوئے شیرازہ کو پھر جمع کرنا شروع کیا، علامہ نے ناظم گجرات کو توجہ دلائی مگر اس نے اس کی کوئی پروانہ کی۔

ان کے بعد گجرات آنے والے امراء میں وزیر خان، اعتماد خان وغیرہ میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جن کو دین کی فکر ہوتی بلکہ وہ سب پکے دنیادار، خودغرض اور مکار تھے، مزید برآں اب حکام نے سمجھ لیا تھا کہ گجرات پر چونکہ سلاطین دہلی کا مستقل قبضہ ہوگیا ہے اس لئے یہاں کے علماء صوفیہ اور فضلاء کو ہاتھ میں رکھ کر عوام پر قابو پانے کی اب ضرورت نہیں، اس سبب کسی نے بھی حضرت علامہ محمد بن طاہر کی پروانہیں کی، مجبور ہوکر انہوں نے ارادہ کیا کہ خود آگرہ جا کر بادشاہ سے ملیں اور مہدویں کے ان روح فرسا حالات کے ساتھ ساتھ ابوالفضل، فیضی اور مبارک کے جتھے کو شکست دے کر اکبر بادشاہ کو بھی قدیم طریقہ داری پر لے آئیں۔

۹۸۰ھ میں مولانا نے آگرہ کی طرف کوچ کیا، گجرات سے مالوہ پہنچے اور مشہور شہر سارنگ پور میں اپنے ایک شاگرد حاجی محمد کے مکان پر مقیم رہے جو شیخ الاسلام بھکاری کے صاحب زادہ تھے، تین دن مہمان رہنے کے بعد اگلا سفر طے کر کے مقام سوجی پہنچے جو شہر سے تین چار کوس پر تھا، مہدوی لوگوں کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے شیخ کے سفر کو اپنے لئے خطرہ محسوس کیا اور ان کے تعاقب میں روانہ ہوگئے اور موقع کے منتظر رہے، وہ ہر وقت اس تاک میں رہتے کہ شیخ تنہا مل جائیں، آخر جب موضع مذکور میں پہنچے تو ٦ شوال ۹۸٦ھ کو جب کہ حضرت شیخ علامہ محمد بن طاہر پٹنی تہجد کی نماز میں مشغول تھے، ان کو موقع مل گیا اور ایسی حالت میں ان سنگ دلوں نے آپ کو شہید کر ڈالا، تذکروں میں آتا ہے کہ آپ پر قاتل نے خنجر سے رکوع کی حالت میں حملہ کیا اسی حالت میں آپ سجدہ میں

گیر گئے اور اللہ سے اقربِ حال یعنی سجدۂ تہجد میں جان، جاں آفریں کے حوالے کی، یہ سعادت اللہ اللہ لوٹنے کی جائے ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب ابوالفضل کی پارٹی نے یہ سنا کہ شیخ آگرہ صرف اس لئے تشریف لا رہے ہیں کہ ہماری پارٹی کو شکست دے کر منتشر کر دیں اور اکبر بادشاہ کو پھر قدیم دین داری کے طریقے پر لے آئیں تو یہ سب بہت گھبرائے، کیونکہ ابوالفضل اور فیضی وغیرہ کو آج تک جن علماء سے بحث ومباحثہ کا اتفاق ہوا تھا، ان میں سے کثیر تعداد ایسے علماء کی تھی جن کے اقوال کے پیچھے نیک اعمال کا سرمایہ نہ تھا، جیسے عبداللہ سلطان پوری صدرالصدور، شیخ عبدالنبی وغیرہ، لیکن شیخ علامہ محمد بن طاہر ان علماء میں سے تھے، جن کا ظاہر و باطن اور قال وحال یکساں تھا۔ اس کے علاوہ ابوالفضل، فیضی اور مبارک دینی علوم اور عربی زبان دانی میں علامہ موصوف سے فروتر ہستی رکھتے تھے اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ فن حدیث میں تمام ہندوستان میں ان کے مقابلہ کا ماہر فن کوئی نہ تھا، اس لئے ان لوگوں نے علامہ موصوف کے قتل کے لئے کچھ لوگوں کو مقرر کر دیا اور بہت ممکن ہے کہ ان سیاسی لوگوں نے خود کو پس پردہ رکھا ہو اور مہدویوں کو شہہ دے کر آگے کر دیا ہو، کیونکہ ملا مبارک کی نسبت مشہور تھا کہ وہ بھی مہدوی خیال کا آدمی تھا اور وہ عرصہ تک احمد آباد میں مقیم بھی رہ چکا تھا اس لئے وہ یہاں کے لوگوں سے واقف ہوگا اور اپنے لڑکے ابوالفضل کے صاحب اقتدار ہونے پر اور بھی وسائل بڑھ گئے ہوں گے، اس لئے اسے پٹن یا احمد آباد کے مہدویوں سے ساز و باز کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی ہوگی اور انہیں کے ذریعہ علامہ کو قتل کرا دیا ہوگا، سیاسی دنیا میں ایسے قتل کا وقوع یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے، تاریخ ایسے وقائع سے لبریز ہے۔

ادھر سارنگ پور میں شیخ حاجی محمد نے خواب میں دیکھا کہ شیخ فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں نے مجھ کو شہید کر دیا ہے تم آ کر کفن دفن کر دو، وہ بہت پریشان ہو کر خواب سے بیدار ہوئے اور لوگوں کو یہ خواب بیان کیا، تھوڑے وقت میں لوگ جمع ہو گئے اور سب مل کر با چشم نم وہاں جانے کے لئے نکلے، الغرض شیخ حاجی محمد مع اپنے اعزہ واقارب کے جب وہاں پہنچے اور نعش مبارک دیکھی تو بے حد غم زدہ ہوئے آپ کے جسد مبارک کو سارنگ پور لائے اور تجہیز اور دفن میں مشغول ہو گئے، جنازہ کی نماز بڑی شان سے ہوئی اور کئی دفعہ ہوئی اور آخر شیخ بھکاری کے قبہ میں دفن ہوئے۔

مشہور ہے کہ جب اکبر بادشاہ نے حضرت شیخ کی شہادت کی خبر سنی تو اس نے حکم دیا کہ محدث پٹنی کو شیخ بھکاری کے قبہ سے نکال کر پٹن میں مدفون کیا جائے اس لئے وفات کے چھ ماہ بعد سارنگ پور سے آپ کا تابوت پٹن منتقل کیا گیا، اس جگہ عوام وخواص اور آس پاس کے لوگ جمع ہو گئے، جب تابوت پر سے لوح اٹھایا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ گل موگرا خدا کی قدرت سے اگا ہوا ہے جو قدم کی جانب سے اُگ کر دو شاخہ ہو گیا ہے اور ناک کے پاس پہونچا ہوا ہے، اس کی بیل میں چار پتے اور ایک پھول تھا اس میں دو پتے ناف کے پاس اور دو پتے منہ کے پاس اور پھول ناک کے بالمقابل تھا، تابوت کو اٹھا کر پٹن لے جایا گیا۔ محدث پٹنی کے پوتے قاضی عبدالوھاب رسالہ مناقب میں لکھتے ہیں کہ دادا کے تابوت کو سارنگ پور سے پٹن منتقل کیا گیا تو پٹن کا حاکم جو آپ کے مخلص مریدوں میں تھا اس نے اصرار کیا کہ آپ کے چہرۂ مبارک کو دیکھوں، آپ کی اولاد نے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ کسی انسان کا مرنے کے بعد حال دیکھنا اور ظاہر کرنا سوء ادب ہے۔ لیکن وہ نہ مانا اور چاروں طرف سے پردہ کر کے خود تنہا اندر گیا دیکھا تو چہرۂ مبارک

پُرنور تھا، زخم سے خون جاری تھا اور بدن سے خوشبو آرہی تھی، اس نے باہر آکر حاضرین کو اس سے مطلع کیا۔

علمی میراث:

علامہ نے حجاز سے واپسی پر درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا مبارک سلسلہ بھی جاری کیا۔گو شیخ آخری عمر میں اپنے وطن کے پُر آشوب حالات، بدعتوں کے فروغ اور مہدویت کے زور کی وجہ سے کافی پریشان رہے اور انہیں وہ سکون، دل جمعی اور فراغ خاطر نصیب نہ ہوا جو تصنیف وتالیف کے لئے درکار ہوتا ہے، تاہم تحصیل علوم کے بعد جب حجاز سے وطن تشریف لائے تو اپنی تمام تر توجہ علمی کاموں کی جانب مبذول کردی، مؤرخین کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کے علاوہ ان کا کوئی اور مشغلہ نہ تھا پھر ان سب سے قطع نظر وہ ایک فطری مصنف تھے اس لئے انہوں نے بہت سی مفید علمی کتابیں یادگار چھوڑیں، فنّ حدیث میں چونکہ آپ کو گہرا کمال تھا اس موضوع پر آپ کی کتابیں بے نظیر عدیم المثال، عظیم الشان اور جاندار وشاندار ہیں، جن کی اہمیت ومقبولیت میں آج ساڑھے چار سو سال گذرنے کے بعد بھی کوئی فرق نہیں آیا ہے اور ان سے ہندوستان ہی کی طرح حجاز، یمن، مصر، عالم عرب اور پورے عالم کے مسلمان فیض یاب ہورہے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کی تصنیفات کا تذکرہ، اہم تصانیف کے جامع ومختصر جائزہ کے ساتھ ذکر کردیا جائے تاکہ ان کی علمی میراث کا تعارف ہوجائے اور تاکہ اب تک مخطوطات کی شکل میں مختلف مکتبات میں محفوظ کتابوں کو، مطبوعات میں تبدیل کرکے علمی دنیا کی خدمت میں پیش کرنے کی کوئی سبیل نکل آئے۔

مجمع بحار الانوار:

اس کتاب کا اصل اور مکمل نام مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار ہے، مگر اختصار اور عرف کی بناء پر عموماً لوگوں نے پورا نام لکھنے کے بجائے صرف مجمع البحار لکھا ہے، یہ مصنف کی سب سے اہم اور مہتم بالشان کتاب ہے، ان کا بیان ہے کہ اس کی بنیاد نہایہ ابن اثیر اور ناظرعین الغریبین پر رکھی ہے، یہ ایک جامع لغت ہے جس میں کلا مجید اور حدیث کے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کی گئی ہے، یہ کتاب اگر چہ مشکل اور غریب الفاظ حدیث کی توضیح کے لئے لکھی گئی ہے اور اس لحاظ سے یہ واقعۃً عدیم المثال ہے مگر مصنف نے چونکہ اس کتاب میں ان حدیثوں کو بھی نقل کر دیا ہے جن میں یہ الفاظ مذکور ہیں، اس طرح یہ حل لغات کے علاوہ حدیثوں کی عمدہ شرح وتفسیر بھی ہے، اسی لئے علمائے فن نے اس کو صحاح ستہ کی شرح بھی کہا ہے، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ازاجملہ کتابےاست کہ متکفل شرح صحاح ستّ مسمیٰ بہ مجمع البحار۔

ان کی تصنیفات میں ایک کتاب ہے جو صحاح کی شرح کی ضامن ہے، اس کا نام مجمع البحار ہے۔

گلزار ابرار کے مصنف لکھتے ہیں: ایک مشکل شرح احادیث کی صحاح ستہ پر ہے۔

تاریخ احمدی میں ہے: صحاح ستہ کی شرح کو حاوی ہے۔

شیخ عبدالوہاب کا بیان ہے: جو ایک طرح سے حدیث کی شرح ہے۔

اور احادیث کی طرح یہ قرآنی الفاظ کا بھی جامع لغت ہے، اس کی ترتیب مادہ کے حروف پر کی گئی ہے جو اس فن کی کتابوں میں فائق اور عمدہ ہے، نواب صدیق حسن

خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:

یہ عمدہ اور پاکیزہ کتاب قرآن وحدیث کے غرائب کی جامع ہے، جس کے پاس یہ کتاب موجود ہو اسے اس فن کی دوسری کتاب کی احتیاج نہیں رہتی۔

مولانا حبیب الرحمٰن شروانی لکھتے ہیں:

''اس میں کلام مجید اور حدیث کے مشکل لغات کا حل اس انداز سے کیا گیا ہے کہ صحاح ستہ کی شرح بھی ضمناً ہوگئی ہے''۔

ڈاکٹر زبید احمد صاحب رقم طراز ہیں:

شیخ محمد بن طاہر پٹنی کی تصنیف ہے، اس کو اپنے مرشد کامل شیخ علی متقیؒ کے نام گرامی سے معنون کیا ہے، یہ تصنیف قرآن وحدیث کا جامع لغت ہے، الفاظ کی ترتیب مادہ کے حروف پر ہے، ایک مادہ کے جس قدر حروف قرآن وحدیث میں آئے ہیں ان سب کو ایک جگہ بیان کرتے ہیں اور جن احادیث میں وہ الفاظ آئے ہیں ان کو بھی نقل کرتے ہیں، اس سے پہلے غرائب قرآن وحدیث پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن میری ناقص رائے میں یہ سب سے بہتر اور جامع تر ہے۔

صاحب معجم المطبوعات تحریر کرتے ہیں:

آیات واحادیث کے مطالب کے کشف اور کتاب وسنت کے معانی کی توضیح کے لئے یہ بڑی جامع کتاب ہے۔

غالباً طوالت کے خوف سے حدیثیں بلا سند نقل کی ہیں لیکن ان کتابوں کے حوالے دیئے ہیں جن سے حدیثیں ماخوذ ہیں، کتاب کے شروع میں ان رموز واشارات کا ذکر بھی کیا ہے جو کتابوں اور مصنفوں کے دیئے گئے ہیں۔

کتاب کی اس عظمت واہمیت کی بناء پر اسے غیر معمولی شہرت ومقبولیت نصیب ہوئی اور جب سے یہ تصنیف ہوئی ہے اسی زمانہ سے اسے اہل علم میں بڑا حسن قبول حاصل ہے، خود مصنف کی زندگی ہی میں اسے بڑی شہرت ومقبولیت ہوگئی تھی اور اس کی نقلیں اور نسخے دور دراز کے شہروں میں پھیل گئے تھے، اسے مرتّب کر کے مصنف نے در اصل علماء پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی لکھتے ہیں:

علمائے اعلام نے اس کی جانب غیر معمولی اعتناء کیا، یہی وجہ ہے کہ مصنف کی زندگی ہی میں یہ کتاب پورے طور پر مقبول ہوگئی اور اس کی نقلیں دور دراز کے شہروں میں پھیل گئیں، علماء نے اس کی نقل میں ایسی رغبت دکھائی کہ ہندوستان کے شہروں کا شاید ہی کوئی قابل ذکر کتب خانہ ایسا ہو جس میں اس کا نسخہ موجود نہ ہو، یہ کتاب علوم دینیہ سے شغف رکھنے والے تمام اصحاب علم کے پیش نظر رہتی ہے، ان کے حوالہ وماخذ کا کام دیتی ہے اور وہ اس سے مشکلات میں استفادہ کرتے ہیں۔

شیخ محمد بن طاہر کے پوتے شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں:

اس یگانۂ روزگار کی کتابیں بے حد مقبول ہوئیں، چنانچہ قدوۃ المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس فقیر سے خود فرمایا کہ میں مکہ معظّمہ میں تھا اور ہندوستان آنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ عارف کامل حضرت مولانا شیخ علی متقیؒ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت فرما رہے ہیں کہ گھر جاتے وقت پٹن کی طرف سے جانا، وہاں تم کو ایک بڑی نعمت حاصل ہوگی، چنانچہ اپنے مرشد اور استاذ کے حکم سے جب اس ارادہ سے واپس ہوا اور موضع کجیہ پہونچا جو پٹن سے دو کوس پر واقع ہے تو شیخ محمد بن طاہر کے بڑے لڑکے شیخ محمد ابراہیم جو میرے

استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے، مجھے ملے اور وہ مجھ سے اس طرح ملے جیسے کوئی مخلص اور شناسا آدمی کے ساتھ ملتا ہے، پھر مجمع البحار مجھے عنایت کی اور باوجود اس کے کہ ہماری ان کی کبھی ملاقات نہ تھی، صداقت، خلوص اور محبت ایسی دکھائی جو دوستوں کے شایان شان ہے، میں نے ان سے اس خلوص ومحبت کا سبب پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ اس رات کو حضرت شیخ نے مجھے خواب میں فرمایا کہ شیخ عبدالحق مکہ سے روانہ ہوکر اس ملک کے اطراف میں آئے ہوئے ہیں تم جا کر ان کا استقبال کرو اور کتاب مجمع البحار ان کو دے دو، اس کے بعد میں عرصہ تک پٹن میں مقیم رہا اور چونکہ اس کتاب کے سوا کوئی دوسری چیز مجھے نہیں ملی اس لئے میں نے سمجھا کہ ''نعمت عظمیٰ'' سے مراد یہی کتاب ہے۔

کتاب کے مقدمہ میں مصنف نے علم حدیث کی اہمیت بیان کی ہے اور غرائب پر قدیم مصنفین اور علمائے اسلام کے اعتنا اور کتابیں لکھنے کا ذکر کیا ہے، پھر خود اس موضوع پر یہ کتاب لکھنے کی وجہ، اس کی نوعیت اور وہ اصول تحریر کئے ہیں جن کو اس کتاب میں مدنظر رکھا ہے، کتاب کے آخر میں مصطلحات حدیث کی وضاحت اور سادات کی تخارتج درج ہے، ذیل میں اس کی چند نمایاں خصوصیات پیش کی جاتی ہیں۔

- یہ اپنے موضوع پر اہم اور حاوی ہونے کے علاوہ احادیث کی تشریح وتفسیر کے لحاظ سے بھی نہایت مفید، کارآمد اور بلند پایہ کتاب ہے۔
- ابن اثیر کی نہایہ اس موضوع پر بے نظیر کتاب خیال کی جاتی ہے، مجمع البحار میں اس کے تمام مباحث سمیٹ لئے گئے ہیں اور اس کی کوئی اہم بحث شاذ ونادر ہی اس میں شامل ہونے سے رہ گئی ہو، البتہ جو زیادہ مشہور ہیں انہیں اس میں قلم انداز کردیا گیا ہے، النہایہ کے علاوہ بھی اس فن کی اہم تصانیف کے مندرجات اور مفید بحثوں کو اس میں نقل کیا گیا ہے۔

- اس موضوع پر اس سے پہلے جو کتابیں لکھی گئی ہیں یہ ان سب کی جامع بھی ہے اوران پر اضافہ بھی ہے، کیونکہ اس میں متعدد ایسے امور سے بھی تعرض کیا گیا ہے جن کے ذکر سے اس فن کی دوسری کتابیں خالی ہیں۔

- اوپر ذکر آچکا ہے کہ ابن اثیر کی النہایہ اس فن کی مہتم بالشان تصنیف ہے جس کے مباحث کو مجمع البحار میں سمیٹ لیا گیا ہے، اس کے علاوہ اس کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس میں متعدد اضافے بھی کئے ہیں، جیسے ابن اثیر نے عموماً کلمات کو ضبط نہیں کیا ہے مگر علامہ پٹنی ان کے ضبط کا بڑا اہتمام کرتے ہیں اور طلبہ کی سہولت کے خیال سے لفظوں کو اسی ہیئت میں نقل کرتے ہیں جس میں وہ حدیث میں آئے ہیں، اسی طرح صاحب النہایہ مادہ کے ذکر میں حدیث میں وارد اس کے دوسرے صیغوں اور مشتقات کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتے ہیں مگر صاحب مجمع البحار صیغوں اور مشتقات کو بھی ذکر کر دیتے ہیں، انہوں نے بعض شارحین کے حوالے سے بھی ابن اثیر کے بیان پر اضافے کئے ہیں۔

- یہ کتاب شرحوں کی کتابوں کے مباحث کی بھی جامع ہے، اس موضوع کی کتابوں میں لفظوں کے جو وضعی معنی بیان کئے گئے ہیں ان سے واقفیت کے بعد بھی حدیث کے مفہوم میں اشکال باقی رہتا ہے جس کے حل کے لئے کتب شروح کی احتیاج رہ جاتی ہے لیکن اس کتاب کا مطالعہ شروح سے بے نیاز کر دیتا ہے، کیونکہ مصنف ان امور کو بھی بیان کرتے ہیں جو شرحوں میں مذکور ہیں۔

- غریب الحدیث کے مصنفین نے ان لفظوں کے معنی نہیں لکھے ہیں جن کے وضعی معنی معلوم و مشہور ہیں لیکن مجمع البحار میں اسے اس لئے نقل کیا گیا ہے کہ زیر بحث حدیث میں اس لفظ کی تاویل کسی خاص نوعیت کی ہوتی ہے۔

➡ معنی حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے وہ شارحین کے بیان پر اضافہ بھی کرتے ہیں اس لحاظ سے یہ عام شرحوں پر بھی یک گونہ اضافہ ہے۔ مصنف نے خود اس کتاب کا تکملہ اور ذیل بھی لکھا تھا، ان میں اصل پر بعض مفید اور قیمتی اضافے ہیں، تکملہ اور ذیل دونوں اصل کتاب کے آخر میں شامل ہیں۔

مجمع البحار کی اہمیت کی وجہ سے مصنف کی زندگی ہی میں اہل علم نے اس کی بے شمار نقلیں تیار کی تھیں اس لئے مختلف کتب خانوں میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں، خود مصنف کے کتب خانہ کی جو کتابیں ابھی تک محفوظ رہ گئی ہیں ان میں مجمع البحار کا ایک قلمی نسخہ بھی ہے جو خاص مصنف ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، مولانا ابوظفر ندوی مرحوم نے اسے ملاحظہ فرمایا تھا، محدث اعظمی اس موضوع پر علماء امت نے علم غریب حدیث پر لکھی ہوئی جملہ کتابوں کا حوالہ دے کر مجمع البحار کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

وکان الله سبحانه وتعالى قدر له خدمة هذا لعلم، اجل من هذا كله وارفع وانفع،وهوتاليف كتاب حافل فى تفسير الاحاديث، جامع الاشتات ما تفرق فى الكتب المؤلة قبله، فجاء كتابه جامعا لما الف قبله فى غريب الحديث، وزاد عليه أنه تعرض لما لم يتعرض له من صنف قبله إلّا نادراً وهو خواصّ تراكيب الحديث، ولطائفها والوجوه الغريبة فيها۔

تذکرة الموضوعات:

یہ کتاب بھی اہم اور محققانہ ہے جو امام شوکانی اور ملا علی قاری کی اس فن کی تصنیفات سے ضخامت اور حجم میں زیادہ ہے، یہ ۹۵۸ھ کی تصنیف ہے، اس میں موضوع حدیثوں کے علاوہ، ان کے بارے میں محدثین اور نقادان فن کے اقوال بھی

اس لئے نقل کئے ہیں تاکہ لوگ احادیث کو موضوع، ضعیف یا صحیح قرار دینے میں افراط وتفریط کے بجائے احتیاط سے کام لیں، کیونکہ غالی اور مفرط قسم کے لوگ محض سنی سنائی باتوں کی وجہ سے حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ کر دیتے ہیں اور خود غور وفکر سے کام نہیں لیتے، اسی لئے شیخ محمد بن طاہر نے اس کے مقدمہ میں متنبہ کیا ہے کہ اگر کوئی مصنف کسی حدیث کو موضوع بتائے تو جب تک دوسرے ذرائع سے اس کی تصدیق وتائید نہ ہو جائے اس حدیث کو موضوع نہ سمجھا جائے، حافظ ابن جوزی اس فن کے امام سمجھے جاتے ہیں مگر انھوں نے حدیثوں کو موضوع قرار دینے میں افراط سے کام لیا ہے، اسی لئے علماء فن نے ان پر نقد وتعاقب کیا ہے، علامہ سیوطی کا بیان ہے کہ ان کی کتاب موضوعات میں ضعیف تو درکنار بہت سی صحیح اور حسن روایتوں کی بھی تخریج کی گئی ہے، علامہ ابن صلاح نے ابن جوزی کی کتاب کی تین سو حدیثوں کے متعلق بتایا ہے کہ یہ موضوع نہیں ہیں، ان میں ایک حدیث صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی بھی ہے، اس افراط اور تشدد کے مقابلہ میں بعض کوتاہ اور سہولت پسند قسم کے لوگ ہر اس چیز کو جو حدیث کے نام سے بیان کی جاتی ہے صحیح باور کر لیتے ہیں۔

تذکرۃ الموضوعات کے مقدمہ میں محدث پٹنی تحریر فرماتے ہیں:

وبعد فقد قال أضعف عباد القوی الولی، محمد بن طاهر بن علی الفتنی الهندی مسكناً ونسباً: والحنفی مذهباً: هذا مختصر بجمع أقوال العلماء النقاد والمحدثین السرّاد فی وضع الحدیث أو ضعفه حتی یتبیّن ان وضعه أو ضعفه متفق أو انّه بسبب قصور قاصر أو سهو ساه مختلف: كيلا يتجاسر الكسل على الجزم بوضعه بمجرد نظره، فی كلام قائل أنه موضوع

ولا يتسارع إلى الحكم بصحة كل ما نسب إلى الحديث غافل مخدوع فأن الناس فيه بين افراط تفريط، فمن مفرط يجزم بالوضع بمجرد السماع من أحد لعله ساه او ذو تخليط، ومن مفرط يستبعده كونه موضوعا وظن الحكم به سوء ادب ومخترعا ولم يدر أن ليس حكمه على الحديث بل على مخترع الكذب الخاذل او ما زل فيه قدم الغافل۔

قانون الموضوعات:

یہ کتاب بھی مفید اور اہم ہے، اس میں غیر صحیح، وضّاع اور کذّاب راویوں کا ذکر ہے، مصنف نے اس میں حروف تہجی کی ترتیب سے ان راویوں کو جمع کیا ہے جو موضوع حدیثیں بناتے تھے یا بیان کرتے تھے، آخر میں دو فصلیں کنّیت اور نسب میں ہیں، انہوں نے راویوں کے نام کے ساتھ ان کے اوصاف بھی بیان کئے ہیں، جن سے ان کا غیر معتبر ہونا واضح ہو جاتا ہے اور کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں، اسے تذکرۃ الموضوعات کے بعد مرتب کیا تھا، وہ خود لکھتے ہیں کہ ''تذکرۃ الموضوعات سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ ضعیف، کذاب، وضاع اور مفتری راویوں کو جمع کر دوں تا کہ اس کی حیثیت موضوع روایات کی معرفت اور ضعیف اور گڑھی ہوئی حدیثوں کے ضبط کے بارے میں ایک کلی قاعدہ وقانون کی ہو جائے علامہ قانون الأخبار الموضوعہ والرجال الضعفاء کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں:

(اما بعد) فيقول افقر عباد الله الغنى، محمد بن طاهر بن على الهندى الفتنى صنفاً ونسباً، والبهرة أى التاجر شعباً، والحنفى مذهباً، لما استرحت عن اعياء جمع الموضوعات وما فيها من تنقيدات الفضلاء البررة، حركنى بعض الاعزة وميز

الأحبة وصدق الطوية وفرط المحبة أن أجمع الضعفاء من الرواة الكذابين، واسرد الوضاع والمفترين، ليكون قانوناً كلياً فی معرفة الأخبار الموضوعات وضبط الضعاف والمفتريات، فسارعت فی ذلك ونقحت ما هنالك.

المغنی فی ضبط الاسماء لرواۃ الانباء :

اسماء الرجال کی مفید اور عمدہ کتاب ہے، تذکروں اور فہرستوں میں اس کا مکمل نام مختلف طور پر درج ہے لیکن خود مصنف نے مجمع بحار الانوار کے مقدمہ میں اس کا نام المغنی فی ضبط الرجال لکھا ہے، اس میں رواۃ ورجال کے ناموں کو ضبط کیا گیا ہے اور ان کی تصحیح کی گئی ہے، شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

درسالہ دیگر مسمی بمغنی کہ تصحیح اسماء الرجال کردہ، بے تعرض بہ بیان احوال، بغایت مختصر ومفید۔

دوسرا مختصر رسالہ جو مغنی کے نام سے موسوم ہے اس میں رجال کے ناموں کی تصحیح کی گئی ہے اور ان کے حالات سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے نہایت مختصر مگر مفید ہے۔

شیخ محمد بن طاہر نے مجمع بحار الانوار میں رواۃ ورجال کے ناموں اور مقامات کو مکمل طور پر ضبط نہ کرنے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس پر اصل بحث المغنی میں ہو چکی ہے، اس لطیف عالمانہ اور عمدہ تصنیف کا اصل مقصد رواۃ کے ناموں کا صحیح تلفظ، حروف وحرکات کے ذریعہ ظاہر کرنا ہے، اس لئے ان کے حالات سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے، آخر میں رسم کتابت پر ایک فصل سپرد قلم کی گئی ہے اور دوسری فصل میں علماء کی تاریخ پیدائش اور وفات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

علامہ محمد بن طاہر المغنی فی ضبط الرجال کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وقال النووی: ليكن اعتنائك بضبط ملتبس الأسماء أكثر من ملتبس المتون، إذ لا مدخل للمعنى والذهن فيها ولو باعتناء شديد، وقد اتخذ فی بلادنا ظهريا، وصار طلبه فريا، فلا تجد أكثرهم من كتاب منه إلا عريا، بل لا تجد عزماتهم عن طلب نفس الحديث إلا بريا، والله المستعان على هذه المصيبة الفظيعة، وإليه الملتجى فی إزالة هذه الوقيعة.

فتتبعت ما اتفق لی من كتب القوم، وكم من الليالی سهرت من النوم، فلبستها وكثرة الشواغل رايت الهمم عنها قاصرة، ولقلة الدواعی وجدت الرغبات بها فاترة، مع قلة الاحتياج إلى مجرد الضبط فی هذا الزمان، فامتدّت أعناق هذه الأوان إلى كتاب يتضمن الضبط من غير كشف الأحوال، فتصفحت له بلاد العرب والعجم ببذل مافی الوسع من الجهد و الأموال، فلم أجد كتابا وافيا على نحو ما اقترحت لبيان أحوالهم، فحدانی الرفق على نفسی وعليهم، إلى تخريج ضبط أكثر ما فی الصحيح وغيرها بطلب صريح اقوالهم، فاختطفت مما صرفته من بعض أوقاتی، لتعليقة صحيح مسلم نبذة من الدهور، وشمرت عن ساعدی جدی فی عدة من الشهور.

فجاء بحمد الله على وفق ما راموا، وجيزاً مغنياًعن مجلدات ذوات خطر، وكافية عن البحر المحيط بعدة القطر.

تبویب مقاصد جامع الاصول:

آپ نے ابن اثیر کی جامع صحاح کا اختصار کیا، اس کی تہذیب کی اور ابواب قائم کئے، ابجد کے مطابق اس کی تنقیح کی، اس طرح گیارہ سال میں یہ عظیم الشان کارنامہ آپ نے انجام دیا، آپ کی اس گرانمایہ خدمت کو علماء عصر نے نہ صرف یہ کہ قبول کیا، بڑی تعریف وتوصیف فرمائی اور دعائیں دیں۔

محدث پٹنیؒ اس اختصار کے مقدمے میں رقم طراز ہیں:

جبکہ مجھے حق سبحانہ وتعالی نے یہ شرف بخشا کہ احادیث نبویہ کی اہم کتابیں بلاد عربیہ سے دیار نہروالا تک پہنچاؤں تو اسی کے ساتھ میری خواہش یہ بھی تھی کہ ہر طالب علم ''علم حدیث'' حاصل کرنے کی کوشش کرے، لیکن ان طلباء کی پست ہمتیں اور ذہن وذکاوت کی کمی کا حال معلوم کر کے افسوس ہوا، بعض طلبہ تو علم حدیث کا بوجھ اٹھانے سے معذرت چاہنے لگے، ان حالات میں مجھے مناسب معلوم ہوا کہ ایک ایسی جامع کتاب ترتیب دوں جس میں عبارتوں کی تکرار اور طول طویل اسناد نہ ہوں، چنانچہ مگر اس غرض وغایت کی تکمیل کے لئے میری نظر انتخاب ابن اثیر کی جامع الصحاح الستۃ پر مرکوز ہوئی، چونکہ اس کتاب میں بھی متن حدیث کے علاوہ فوائد اور زوائد اس کثرت سے تھے کہ دیکھتے ہی طالب علم کی ہمت پست ہو جائے، لہذا میں نے صرف متن حدیث کو لے کر حاشیہ پر مختصر شرح لکھ دی تا کہ پست ہمت طلبہ بھی آسانی سے پڑھ لیں۔ الحمد للہ کہ یہ کتاب مکمل ہو چکی ہے۔

نصیحۃ الولاۃ والرعاۃ والرعیۃ:

سلطان محمود حاکم گجرات کی وفات کے بعد شیر خان اور موسی خان فولادی حاکم

پٹن خودمختار ہو بیٹھے، یہ دونوں فرقہ مہدویہ کے پیرو تھے اور اہل سنت کو بہت ایذاء دیتے اور نقصان پہونچاتے تھے، ان کو اس ظلم وجور سے باز رکھنے کے لئے شیخ نے یہ رسالہ تحریر فرما کر اس کا حاکموں کے پاس اس کا ایک ایک نسخہ بھیجا، اس میں خدا کا خوف، عدل، ظلم وغیرہ کے بعد میٹھے الفاظ میں پند ونصائح بھی تحریر فرمائے۔

اس کے علاوہ آپ کی مزید تصنیفات یہ ہیں:

📖 توسل (فن رجال میں ہے) 📖 چہل حدیث 📖 حاشیہ توضیح وتلویح (نام سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے مشہور فقہی کتاب توضیح وتلویح پر یہ حاشیہ لکھا تھا) 📖 حاشیہ صحیح بخاری 📖 حاشیہ صحیح مسلم 📖 حاشیہ مشکوۃ المصابیح (ناموں سے ظاہر ہے کہ صحیحین اور مشکوۃ پر مصنف نے حواشی تحریر تھے) 📖 حاشیہ مقاصد الاصول 📖 خلاصۃ الفوائد (علم صرف میں ہے) 📖 دستور الصرف (یہ بھی صرف میں ہے) 📖 رسالہ احکام بئر: فقہی رسالہ معلوم ہوتا ہے جس میں کنوئیں کے احکام ومسائل درج ہوں گے۔ 📖 رسالہ امساک مطر 📖 رسالہ فضیلت صحابہ 📖 رسالہ حلیہ 📖 سیرت نبوی ﷺ، عربی زبان میں یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے وفات تک کے حالات سال بسال تحریر کئے ہیں۔ 📖 سوانح نبوی ﷺ، اسی قسم کا رسالہ فارسی زبان میں بھی مختصر طور پر تحریر کیا ہے۔ 📖 شرح عقیدہ (علم کلام میں ہے) 📖 طبقات حنفیہ 📖 عدۃ المتعبدین 📖 کفایۃ المفرطین (شافیہ کی شرح اور علم صرف میں ہے) اس کا ایک نسخہ دوگاہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد کے کتب خانہ میں ہے 📖 مختصر اتقان (علامہ سیوطی کی مشہور تصنیف الاتقان فی علوم القرآن کا مختصر ہے)

📖 مختصر مستنظہریہ 📖 منہاج المسالکین (راہ سلوک میں سالکین کو جن احادیث کی ضرورت ہوتی ہے انہیں اس میں پیش کیا ہے 📖 نصاب البیان (علم معانی میں) 📖 نصاب المیز ان (علم منطق میں) 📖 المشبہات۔ 📖 مجموعہ فتاوی (چار جلدوں میں)

صلاح،تقوی، بزرگانہ اخلاق واوصاف:

آپ صلاح وتقوی کے زیور سے آراستہ تھے، ارباب تذکرہ نے ان کے ورع وصلاح کا خوب ذکر کیا ہے، دینی حیثیت سے ان کا بلند مرتبہ ہونے کا ثبوت وہ خواب بھی ہیں جن کو اکثر تذکرہ نگاروں نے ان کے اوران کے شیخ علی متقی ؒ کے حال میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے جمعہ ۲۷/رمضان کو خواب میں آنخضرت ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ سے پوچھا کہ اس زمانہ میں سب سے افضل کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:تم، یعنی شیخ علی متقیؒ! انہوں نے دریافت کیا پھرکون افضل ہے؟ فرمایا: محمد بن طاہر ہندی۔

اسی شب میں شیخ علی متقی ؒ کے شاگرد شیخ عبدالوہاب کو بھی خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے بھی آپ ﷺ سے یہی بات دریافت فرمائی تو آپ ﷺ نے ان کو بھی وہی جواب دیا جو شیخ علی متقیؒ کو دیا تھا، شیخ عبدالوہاب اپنا خواب بیان کرنے کے لئے جب اپنے استاذ شیخ علی متقی ؒ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی یہ فرمایا کہ میں نے بھی وہی خواب دیکھا ہے جو تم نے دیکھا ہے۔

اسی طرح مولانا محمد ابن طاہرؒ کی وفات سے صرف ۳ روز قبل پٹن کے مشہور بزرگ مولانا شیخ حسام الدینؒ نے خواب دیکھا کہ وہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے ہیں اور

سیدھے روضۂ اقدس ﷺ پر حاضر ہوئے ہیں، آپ نے دیکھا کہ حضرت سرور کائنات ﷺ تشریف فرما ہیں اور بہت سے لوگ آپ کی بارگاہ میں مؤدب بیٹھے ہیں، شیخ حسام الدینؒ نے حضور اکرم ﷺ سے باادب دریافت کیا کہ:

یارسول اللہ ﷺ ! آپ جس طرح اپنی سنت کی پیروی کرانا چاہتے ہیں ایسی پیروی کرنے والا اس زمانہ میں کوئی شخص ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ہاں، شیخ علی متقیؒ ہیں اور ان کے بعد شیخ محمد ابن طاہر گجراتیؒ ہیں اور ان کے بعد شیخ عبدالوہاب ابن ولی اللہؒ۔

علامہ محمد بن طاہر کے بارے میں مولانا ولی اللہ سورتی نے ایک عجیب واقعہ ذکر فرمایا کہ جب مغل شہنشاہ اکبر نے گجرات پر فتح حاصل کی تو وہ بہ نفس نفیس پٹن آیا اور حضرت علامہ محمد ابن طاہر محدثؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا، حضرت محدث پٹنیؒ علوم ظاہری و باطنی میں یگانۂ روزگار تھے، شہنشاہ اکبر نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ:

اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیں۔

محدث پٹنیؒ نے فرمایا کہ: میری صرف اسی قدر آرزو اور تمنا ہے کہ اگر میری اولاد میں سے کوئی فرد آپ کے پاس آئے یا آپ کے فرزندوں میں سے کسی کے پاس جائے تو اسے شاہی دربار میں ہرگز جگہ نہ دی جائے بلکہ اسے باہر نکال دیا جائے۔

اتنا کہہ کر آپ نے کسی قدر تامل فرمایا اور پھر کہنے لگے:

لیکن میرے اس کہنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، وہ لوگ دربار شاہی میں جائیں گے اور تم لوگ انہیں جگہ بھی دو گے۔

محدث پٹنیؒ کی یہ پیشین گوئی آگے چل کر حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی، آپ کے پوتوں میں سے ایک شخص شہنشاہِ عالمگیرؒ کے دربار میں گیا اور بادشاہ نے اسے ''شیخ الاسلام'' کا منصب عطا فرمایا۔اسی خاندان سے قاضی عبدالوہاب شہنشاہ اورنگزیبؒ کے دربار میں باریاب ہوئے تھے اور پہلے مفتی عسکر اور بعد میں صدر قاضی کے جلیل القدر عہدہ پر سرفراز ہوئے تھے۔

مولانا ولی اللہ سورتی کے بیان کے مطابق حضرت محدث پٹنیؒ کا شیخ محمد سمانؒ سے بھی گہری عقیدت اور تعلق قلبی تھا، ان دونوں بزرگوں میں گہرے مراسم تھے، شیخ محمد سمانؒ مدنی سلسلہ قادریہ کے بزرگ تھے اور مدینہ منورہ میں علوم ظاہری و باطنی کا سرچشمہ تھے، دور دور سے طلباء اور سالکین آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کرتے تھے، انتقال کے بعد مدینہ منورہ ہی میں مدفون ہوئے، محدث پٹنیؒ نے آپ سے بھی کافی فیض اٹھایا ہے خصوصاً روحانی فیض کا حصۂ وافر آپ ہی سے ملا تھا۔

شیخ نہایت ذہین اور تیز طبع تھے، اس کی وجہ سے انہیں تحصیل علم میں ابتلا اور مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا، تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ تحصیل علم کے زمانہ میں انہیں طلبہ کی جانب سے سخت صعوبتیں جھیلنی پڑیں، جس مدرسہ میں جاتے وہاں کے طلبہ اور ہم عصر لوگ انہیں دق کرتے، یہ لوگ شیخ سے مباحثہ کی تاب نہ لانے کی وجہ سے ان سے جلتے اور رشک وحسد کرتے اور انہیں طرح طرح سے ایذا دینے کی فکر میں رہتے تھے، اس ناگوار صورت حال کی بنا پر انہوں نے اسی زمانہ میں یہ طے کر لیا تھا کہ اللہ نے مجھ کو علم سے بہرہ ور کیا اور درس دینے کے لائق بنایا تو میں رضائے الٰہی کے لئے علم کی نشرواشاعت کروں گا اور تعلیم دینے میں کسی قسم کے بخل سے کام نہ لوں گا، طالب علموں

کی عزت کروں گا اوران کے ساتھ لطف وشفقت کا برتاؤ کروں گا، کسی کو علم سے محروم نہ رکھوں گا بلکہ بہتے ہوئے چشمہ کی طرح ہر شخص کو فیض یاب ہونے کا موقع دوں گا، چنانچہ شیخ محمد بن طاہر پٹنی جب درس وتدریس کے منصب پر فائز ہوئے تو انہیں نذر کی تکمیل کا موقع ملا اورانہوں نے استفادہ کے معاملہ میں کسی طالب علم کے ساتھ بخل سے کام نہ لیا بلکہ ایسا فیاضانہ سلوک کیا کہ ان کے یہاں علم کے شائقین کا ازدحام رہتا تھا اور بے شمار طلبہ ان کے چشمۂ علم سے سیراب ہوتے تھے، وہ طلبہ کے وظائف پر بے دریغ خرچ کرتے تھے، انہیں اپنے والد سے کافی ترکہ ملا تھا وہ سب طالب علموں کے لئے نچھاور کردیا تھا۔

شیخ کا یہ بھی طریقہ تھا کہ ذہین اورذی استعداد طلبہ سے ان کے حالات دریافت کرتے جو طالب علم غنی اور مالدار ہوتے ان سے کہتے کہ مستعدّی اور محنت سے علم حاصل کرو اور جو طلبہ محتاج اور ضرورت مند ہوتے ان سے فرماتے معاش کی طرف سے بے فکر رہو میں تمہاری اور تمہارے متعلقین کی پوری کفالت کروں گا تاکہ تم سرگرمی اور انہماک سے علم حاصل کرو، غرض جو بھی محتاج اور نادر طالب علم ہوتا اس کے ساتھ وہ یہی معاملہ کرتے تھے اوراس کے لئے باقاعدہ وظیفہ مقرر کردیتے تھے، اس کی وجہ سے طلبہ کی ایک بڑی جماعت فراغت اور بے فکری سے مختلف علوم وفنون کی ماہر ہوکر نکلتی۔

طلبہ کی عام کفالت اوران کی ضروریات کی فراہمی کے علاوہ شیخ محمد بن طاہر ان کے لئے روشنائی بھی بناتے، اس کی تلقین ان کے شیخ علی متقی ؒ نے انہیں کی تھی، چنانچہ پڑھاتے وقت بھی سیاہی بنانے کا سلسلہ جاری رکھتے اور جب تیار ہوجاتی تو اسے طلبہ میں تقسیم کردیتے۔

ایک شبہ اور ازالہ:

تذکرہ اذکار ابرار کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ علامہ محمد بن طاہر پٹنی کو جب انہوں نے مہدویّوں کے خلاف جہاد چھیڑا اور اکبری دربار تک پہونچنے کا بیڑا اٹھایا تو ان کے ہم عصر علامہ وجیہ الدین علوی نے یہ کہہ کر نصیحت فرمائی کہ اب برادر من سیاست، فراست کی بات نہیں اور مشغولیِ حق کے ساتھ رہنا ہی زیبا ہے، نہ کہ مشغولیِ خلق کے ساتھ، انہوں نے کہا تھا ''ھذا اوان السکوت والتزام البیوت''۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ افسوس کہ مولانا محمد بن طاہر نے حضرت شاہ صاحب کی نصائح پر عمل نہیں کیا اور نتیجہ یہ نکلا کے مخلوق ان سے استفادہ کرنے سے محروم ہوگئی، کاش انہوں نے اس پر عمل کیا ہوتا ولکن جفّ القلم بماھو کائن۔

علامہ وجیہ الدین کی نصیحت اور اس پر مذکورہ بالا تبصرہ اپنی جگہ، تاہم حدیث شریف میں ہے کہ ایک مومن کامل کا فرض یہ ہے کہ وہ جب کسی برائی کو دیکھے تو طاقت اور قوت کے ساتھ اس کو دفع کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے بذریعہ وعظ یا فہمائش اس کو دور کرے اور یہ بھی ناممکن ہو تو دل سے اس کے لئے دعا کرے۔

دنیا میں انسان مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض بلند ہمت، ایثار نفس کرنے والے، بعض معتدل اور بعض پست ہمت۔ عوام اور خواص میں سے اکثر اس تیسرے درجے میں ہوتے ہیں۔ دوسرے درجہ میں وہ خواص ہیں جو اعتدال پسند اور مصلحت وقت کے مطابق کام کرتے ہیں اور اصلاح کا ایسا ذریعہ استعمال کرتے ہیں جو امن پسندانہ ہوتا ہے اور خاموشی سے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں امام غزالیؒ، شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، حضرت شاہ وجیہ الدین وغیرہ اسی درجہ کے خواص تھے، اس کے یہ معنی

نہیں ہیں کہ یہ لوگ بلند ہمت اور ایثار نفس نہ تھے، چاہتے تو کرتے، مگر ان پر مصلحت وقت کا غلبہ زیادہ تھا۔

اور مقدم الذکر میں وہ خواص ہیں، جو مصلحت وقت کا خیال نہیں رکھتے اور ایثار نفس کا غلبہ ان پر بہت زیادہ ہوتا ہے، اصلاح قوم کے لئے اپنی جان کو ہر وقت خطرہ میں ڈالنے سے منہ نہیں موڑتے، امام مالکؒ، ابن تیمیہؒ، حضرت مجدد الف ثانی مولانا احمد بن عرفان شہیدؒ، مولانا اسماعیل شہیدؒ اور مولانا محمد بن طاہرؒ اسی زمرہ میں داخل ہیں۔ جس طرح انبیاء کرام میں بعض اوصاف مخصوصہ ہوتے ہیں، جن کا ذکر قرآن میں متعدد مقامات میں آتا ہے۔ اسی طرح اولیائے کرام میں بھی مخصوص اوصاف الگ الگ ہوتے ہیں۔ علماء علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل کا بھی یہی حال ہے۔ حضرت شاہ وجیہ الدین اور حضرت مولانا محمد بن طاہر پٹنی محدث رحمہ اللہ میں بھی یہی فرق ہے۔ حالانکہ علمیت اور تقوی کے لحاظ سے دونوں بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔

نسب نامہ:

آپ کا نسب نامہ مولانا ابوظفر ندوی نے بحوالہ مولانا حکیم محمد قاسم سورتی اس طرح نقل کیا ہے:

> محمد بن طاہر بن علی بن الیاس بن ابوالنصر داؤد بن ابوعیسی عبدالملک بن ابوالفتح یونس شامی مؤلف جامع القصص، ابن عمر شامی صاحب البدایہ والنہایہ، ابن عبداللہ بن ابوالعطا حسین مفتی بن ابوالمحامد احمد غریب، بن ابوالقاسم محمد بن ابوالصلاح محمد بن ابوالفیض عبداللہ بن ابوالرضا عبدالرحمٰن بن ابوالبقا قاسم البر (؟) محمد عباس بن ابوالنصر محمد طیفور شامی بن ابوالمجد خلف بن

احمد بن ابو الوجود شعیب بن ابوطلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق صاحب رسول اللہ ﷺ۔

علامہ محمد بن طاہر کے نامور حفید قاضی عبدالوہاب کے نیک فرجند تفسیر لطائف الحقائق کے مصنف شیخ ابولبرکات نے اپنی اس تفسیر کے آغاز میں جس کا قلمی نسخہ احمد آباد مکتبہ پیر محمد شاہ میں مخزون ہے، اپنا نسب نامہ لکھا ہے جو بڑی اہمیت کا حامل ہے ان کی فارسی تحریر کا مفہوم یہ ہے، کہ ابوالبرکات کا نسب نامہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہونچتا ہے:

ابوالبرکات کے اسلاف میں سے یونس نامی ایک بزرگ جو ملک شام میں رہتے تھے، وہ مکہ معظّمہ گئے اور وہاں سے گجرات میں کمبایت ''کھنبھات'' منتقل ہوئے اور بعد میں نہروالہ (پٹن) چلے گئے۔ کاتب نے مزید یہ اطلاع دی ہے کہ انہیں یہ نسب نامہ تحریری صورت میں مصنف کے اسلاف میں سے عبدالرحمٰن نامی ایک شخص سے خود انہی کے خط میں ملا تھا۔ کاتب (یا مصنف) نے اس نسب نامہ کو ۱۰۶۹/۱۲۵۸ میں احمد آباد کے مضافاتی علاقہ رسول آباد میں لکھا تھا۔

کہتے ہیں کہ شیخ یحیی مجذوب مکی نے مولانا کی شہادت کے جگر خراش واقعہ کے دن مکہ مکرمہ کے بازار میں پٹن کے برہان خاں بوہرہ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ تم مولانا محمد طاہر ہندی کو جانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! شیخ مجذوب نے ان کا ہاتھ چھوڑ کر چلنا شروع کر دیا، خاں موصوف ان کے پیچھے دوڑے اور بڑی عاجزی سے سوال کیا کہ اس طرح پوچھنے کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس گھڑی میں نے دیکھا حضرت رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے درمیان ایک شخص بیٹھا ہے، میں نے عرض کیا

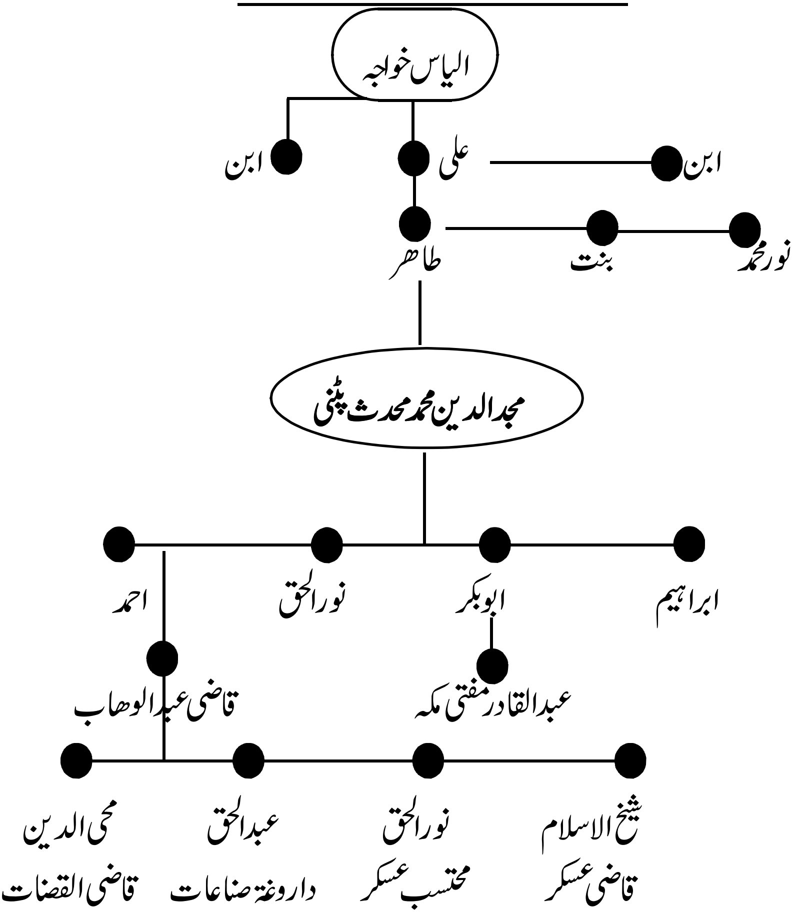
کہ اے گنہگاروں کے جائے پناہ آپ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے درمیان یہ کون شخص بیٹھا ہے؟ حضرت صدیقؓ نے جواب دیا، یہ مولانا محمد طاہر پٹنی ہیں، جنہوں نے ہماری محبت میں جان دی ہے، خان برہان بوہرہ نے اس خبر کو لوگوں میں مشہور کر دیا اور بعض لوگوں نے اس خبر کی تاریخ لکھ لی، تاکہ اس خبر کی سچائی کا امتحان ہو جائے، یہاں تک کہ پٹن کے لوگ جہاز سے مکہ معظّمہ پہنچے اور تحقیق سے دونوں تاریخیں مل گئیں، جس سے شیخ مجذوب کی صداقت معلوم ہوئی۔

اس طرح اس بطل عظیم کی وفات پر عرب وعجم میں ہلچل مچ گئی، پٹن کا ایک روشن باب بند ہو گیا، تاریخ نے ورق پلٹا، مسندِ حدیث سوگوار ہو گئی، اور وہ عظیم مجاہد جس کی اگر شہادت سے پہلے اکبر سے ملاقات ہو جاتی تو دوسرے ہزارے کا مجدّد کہا جاتا دنیا سے رخصت گیا، کیونکہ کاتب تقدیر نے یہ پروانہ شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانیؒ کے حق میں تحریر کر دیا تھا۔

اولائك آبائی فجئنی بمثلهم........

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے........

شیخ الاسلام مجدالدین حضرت محمد بن طاہر کی اولاد



گجرات کے چند صاحب تصنیف علماء حدیث

اسماء گرامی	تصانیف
علامہ بدرالدین محمد ابوبکر دمامینیؒ	مصابيح الجامع فی شرح صحيح البخاری
شیخ منہاج الدین بنبانیؒ	شرح مسلم شریف
میر سیّد عبدالاول حسینیؒ	فیض الباری شرح بخاری
شیخ علی ابن حسام الدین المتقیؒ	كنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال
علامہ محمد ابن طاہر محدّث پٹنیؒ	مجمع البحار فی غرائب التنزيل ولطائف الأخبار
شیخ محی الدین عبدالقادر عیدروسؒ	مناقب البخاری، منح الباری بختم صحيح البخاری
علامہ وجیہ الدین علویؒ	نزهة النظر فی توضيح نخبة الفكر
سیّد محمد جعفر ابن جلال بدر عالمؒ	الفيض الطاری فی شرح البخاری
مولانا صدیق ابن شریف پٹنیؒ	نجوم المشكوة فی شرح المشكوة
مولانا محمد نورالدین صدیقی احمد آبادیؒ	نور القاری شرح الصحيح للبخاری
مفتی بہاؤالدین عبدالکریم پٹنیؒ	النهر الجاری علی الصحيح للبخاری
مولانا عمر ابن محمد عارف پٹنیؒ	الفيض النبوی فی اصول الحديث وفهارس البخاری
عبدالمعطی ابن حسن باکثیر مکیؒ	اسماء رجال البخاری

رئیس المحدثین علامہ محمد ابن طاہر پٹنی گجراتی، معاصرین کی نظر میں

◙...مولانا الشیخ محمد طاهر الفتنی قدس سرّه هو خادم الاحادیث المقدّسه و ناشر السنن المؤسسة..... سُبحة المرجان، للبلجرامیؒ

◙... كان على قدم من الصلاح والورع والتبحّر فى العلم .....حفظ القرآن وهو لم يبلغ الحنث وجدّ فى طلب العلم وبرع فى فنون عديدة وفاق الاقران حتى لم يعلم انّ احداً من علماء كجرات بلغ مبلغه فى فن الحديث كذا قاله بعض مشائخنا... النور السافر فی أعیان القرن العاشر، للحضرمیؒ

◙...وكان عالماً عاملاً متضلعاً متبحّراً ورعاً وله مصنفات ...
شذرات الذهب، للحنبلیؒ

◙...حق سبحانه و تعالیٰ اورا علم و فضل داد...
اخبار الاخیار، للمحدث الدّهلویؒ

◙...خادم حدیث نبوی و ناشر سنن مصطفوی است ...
مآثر الکرام، للبلجرامیؒ

◙...الشيخ الإمام العالم الكبير المحدث اللغوى مجدالدين محمد ابن طاهر ابن على الفتنى الحنفى الگجراتى صاحب مجمع بحار الانوار فى غريب الحديث الذى سارت بمصنفاته الرفاق، واعترف بفضله علماء الآفاق... نزهة الخواطر، للعلامه اللکھنویؒ